



تعلموا العلم وعلّموا الناس

رسالہ

# حسرة الافاق برفاق مجمع الاخلاق

حالات مختصر حضرت امام الوقت بحر العلوم مولانا قیام الدین عبدالباری قدس سرہ

مولفہ

جناب الامام مولوی محمد عنایت اللہ صاحب مکتبہ ظلالہ العالی انصاری فرنگی محل افیسر مدرسہ عالیہ نظامیہ

---

باہتمام حقیر الکاتبین سید محمد شفاق حسین رضوی منہجر

اشاعتہ العلوم برقی پریس فرنگی محل لکھنؤ

چاپ شدہ

پہلی مرتبہ



# بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مُحَمَّدٌ وَصَلَّى عَلَى رَسُولِهِ

الحمد لله الذی خلق الموت والحیوة لیبولنا اینا احسن عملاً والصلوة  
والسلام علی من ادئی الکتاب ولم یجعل له عوجاً وعلی آله وصحبه الذین كانت  
لهم جنات الفردوس نزلاً ربنا اتنا من لدنک رحمة وهیئ لنا من امرنا  
رشداً ولا تجعلنا فتنه للذین افتروا علی الله کذباً بعد حمد وصلوة کے فقیر  
محمد عنایت اللہ غفرلہ اللہ ابن جناب مستطاب مولوی محمد شرافت اللہ انصاری  
یوپی نسباً فرنگی محلی لکھنوی وطناً قادری حنفی مشرباً گداریش کربلہ کے تذکرہ علماء فرنگی محل  
لکھنے وقت میر خیال تھا کہ حضرت امام الوت بھر العلوم ملک العلماء سیدی و سیدی اغی  
و مرشدی مولائی و استاذی قیام الملة والدین مولانا حاجی حافظ محمد عبدالباری قدس  
اللہ سرہ العزیز کے حالات تذکرہ مذکور میں مفصل لکھونگا۔ مگر بعد کو خیال ہوا کہ حضرت  
رحمۃ اللہ علیہ کو وصال کیے ہوئے تین سال سے زائد کا زمانہ ہو گیا اور باوجود کثرت تلامذہ  
و مرشدین کے اب تک کسی نے حضرت کا کوئی خاص تذکرہ مختصر ہو یا مطول تحریر نہیں کیا اور  
جو سوانح عمری اشاعت العلوم کی طرف سے مرتب ہو رہی ہے اسکی اشاعت میں بجز ابھی تاخیر  
ہے اسلیے میں نے علماء فرنگی محل کے سلسلہ میں مولانا کے حالات مجمل لکھ کر اس سے کسبہ زائد  
تفصیل سے مولانا کے حالات اپنے اساتذہ کے طریقہ پر تذکرہ علماء فرنگی محل سے علیحدہ بطور  
رسالہ لکھے اور اپنے اساتذہ کی اتباع میں نام اسکا حشر الافاق بوفاتہ مجمع الاخلاق رکھا زائد تفصیل کے لیے  
اشاعت العلوم کی مرتب کردہ سوانح عمری کا انتظار کرنا چاہیے و ماوفقہ باللہ علیہ توفیق الیہ انیب  
مولانا والدین کی طرف سے نسباً انصاری یوپی تھے آپ کا سلسلہ نسب و ذون جانب  
نسب ملا قطب الدین شہید تک سائت واسطون سے پہنچتا ہے اسطرح یہ کہ مولانا  
عبدالباری بن مولانا عبد الوہاب بن مولانا عبد الرزاق بن مولانا جلال الدین بن ملک العلماء

مولانا علاؤ الدین بن مولانا انوار الحق بن مولانا احمد عبید الحق بن ملا شعیب بن قطب شہید۔  
 اور آپ کی والدہ بنت عمدة العلماء مولانا ظہور علی بن ملک العلماء مولانا محمد حیدر بن ملا مبین  
 بن ملا محبت اللہ بن مولانا احمد عبید الحق بن ملا شعیب بن قطب شہید۔ مولانا کی دادی ملک العلماء  
 ملا حیدر کی صاحبزادی تھیں اور پردادی مولانا عبد الوالی قدس سرہ کی ہم شیر یعنی مولانا  
 انوار صاحب کی نواسی تھیں اور نگر دادی یعنی مولانا علاؤ الدین کی زوجہ محترمہ بحر العلوم کی  
 صاحبزادی تھیں اور مولانا علاؤ الدین کی والدہ ملا رضا بن قطب شہید کی پوتی تھیں۔ مولانا کا  
 نانامو لوی ظہور علی کی والدہ بحر العلوم کی نواسی اور مولانا انوار صاحب کی بیعتھی تھیں۔ اس  
 سلسلہ نسب سے یہ ظاہر ہو گا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب حضرت مولانا انوار الحق  
 اور ملک العلماء مولانا بحر العلوم اور ملک العلماء مولانا حیدر بن سے ہر ایک بزرگ کی جانب  
 دونوں طرف پہنچتا ہے۔ (ملا قطب الدین شہید کا سلسلہ نسب کہ علماء و فرنگی محل میں دیکھو)  
 مولانا کی ولادت باسعادت ۱۰ ربیع الثانی یوم کئینبہ ۱۲۹۵ھ مطابق ۱۴ اپریل

**ولادت** ۸۷۵ھ کو غالباً بوقت شب ہوئی ہے۔ اسوجہ سے بعض تحریر و نمین تاریخ  
 ولادت ۱۱ ربیع الثانی مکتوب ہے۔ جائے ولادت فرنگی محل میں مجلس ملا حیدر کے مشرقی  
 ڈیرہ کا جنوبی کمرہ ہے جو اب تک موجود ہے اور اس میں ہمیشہ عظیم الہند گاندھی جی قیام کرتے تھے  
 حسب معمول ساترین دن عقیقہ ہوا اور جد امجد نے قیام الدین محمد عبدالباری اسم گرامی تجویز کیا۔  
 چند دن آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نوش فرمایا اسکے بعد والدہ  
**ایام رضاعت** صاحبہ کی علالت اور کمزوری کے سبب سے مختلف ۱۹۔ ۱۱ اناؤن کا  
 دودھ نوش فرمایا زیادہ تر سبیل کا دودھ نوش فرمایا تھا وہ ۵۷ھ تک حیات تھیں  
 اور مولانا کی وفات کے بعد انکا انتقال ہوا۔ مولانا انکی نہایت قدر و منزلت فرماتے تھے  
 اور ایک مرتبہ انکی علالت پر اُن سے ملنے کیلئے کانپور تشریف لگے تھے۔ مولانا کو اپنی ایام رضاعت  
 بعض اوقات یاد تھے اور انکا تذکرہ بھی اکثر فرماتے تھے۔

چوتھے سال کے ختم پر رسم تسمیہ خوانی ادا ہوئی اور جد امجد نے تسمیہ خوانی  
**تعلیم و تربیت** کرائی۔ قرآن خریف اپنے والد ماجد کے استاد حافظ جعفر علی کے داماد

حافظ حاتم علی صاحب حفظ کرنا شروع کیا۔ باوجودیکہ نہایت ذہین اور ذکی تھے مگر چونکہ آپ اپنی والدہ کے محبوب ترین فرزند تھے اسلئے نہایت ناز و نعم سے آپ کی پرورش ہوتی تھی استاد آپ کو کبھی مارنے نہیں پاتے تھے۔ جب دل چاہتا پڑھتے اور جب دل نہ چاہتا لاکھ استاد غر شام کرتے نہ پڑھتے۔ مہینوں سبق نہو سکتا۔ اسکا نتیجہ یہ تھا کہ سلسلہ تک آپ قرآن شریف یاد نہ کر سکے۔ جد امجد رحمۃ اللہ علیہ کی تاکید تھی کہ دونوں پرستے صبح کا کھانا آپ کے ساتھ کھایا کریں۔ کھانے پر پوتوں کی تعلیم و تربیت کے واسطے عموما جد امجد احادیث اور قصص و بیار اللہ ذکر فرمایا کرتے کبھی کبھی دونوں پوتوں سے مزاح بھی فرماتے اکثر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی جانب اشارہ کر کے فرماتے کہ میرا یہ پوتا انشاء اللہ بڑا بانکا عالم ہوگا۔ اسی زمانہ میں مولانا سخت ہیضہ میں مبتلا ہو گئے اور ڈاکٹروں اور اطباء نے جواب دیدیا۔ آخر میں جد امجد نے آپ کی والدہ کے بید اصرار پر فرمایا کہ دہی پلاؤ اُسکے پلاتے ہی پیشاب ہوا اور خدا تعالیٰ نے حضرت کی برکت سے صحت کامل عطا فرمائی۔ ایک مرتبہ آشوب چشم کی سخت شکایت ہو گئی اور آپ کی رشتہ کی دادی منہری اور ناریل کھانے کو بتایا اُس سے اللہ تعالیٰ نے مہینوں کے آشوب چشم سے نجات دی ان بیماریوں کے سلسلوں میں تسلیم بالکل موقوف نہ ہی جب والد ماجد نے ملاحظہ فرمایا کہ کئی سال میں قرآن شریف صرف ساتویں پارہ تک ہوا ہے تو مجبوراً حافظ حاتم علی صاحب کو موقوف کر کے حافظ وارث علی صاحب ساکن پارہ سنگج کو مقرر کیا مگر اُسے بھی برسوں میں صرف پندرہویں پارہ تک پڑھا۔ اسکے بعد جب آپ کے جد امجد کا وصال ہو گیا اور آپ کے والدین مع اہل و عیال حرمین گئے تب پھر تعلیم موقوف ہو گئی سفر حج سے واپسی کے بعد مولانا کو خود اپنے قرآن شریف تک نہ ختم ہونے پر شرمندگی ہوئی اور حافظ عبدالوہاب بنیرہ نواب ظہیر الدولہ ساکن سمرکند (جو حافظ وارث علی صاحب کو علیحدہ کر کے سخت مہین تعلیم کیلئے مقرر کیے گئے تھے) سے اپنے قرآن شریف نئے سرے سے حفظ کرنا شروع کیا اور ۱۳۱۱ھ سے لیکر ۱۳۱۳ھ میں ختم کر دیا۔ اس دوران میں فارسی کی ابتدائی کتابوں و حساب کے ابتدائی قواعد کی تحصیل مختلف لوگوں سے کرتے رہے۔ اسکے بعد سے عربی کی مستقل تعلیم شروع ہوئی۔ متوسطات تک تمام کتب

جناب مولانا عبدالباقی صاحب بلہ مدظلہ سے پڑھے البتہ دربان میں جب مولانا عبدالباقی صاحب حج کو تشریف لینگے تو میڈی، قطبی مع حاشیہ، میر نفیہ، المین اقلیدس عربی خلاصہ، کتب اور تفسیر حمالین مولوی غلام احمد بخاری سے پڑھی۔ مطولات میں منطق فلسفہ و ہیئت و مطرلاب کی کتابوں کے علاوہ دیگر تمام کتب سیچھی مولانا عبدالباقی صاحب قبلہ ہی پڑھے بلکہ کتب منطق میں سے ملا حسن و میر زاہد رسالہ بھی مولانا موصوف ہی سے پڑھا۔ منطق (ملاحسن و میر زاہد رسالہ کے علاوہ) اور فلسفہ اور ہیئت و مطرلاب کی تمام درسی کتابیں مولانا عین القضاة رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور مسلم اور خیالی اور میر زاہد امور عامہ اور ہدایہ اخیرین اور صحیح بخاری مکرر بھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ ۱۳۱۵ھ میں مولانا نے درس ختم فرمایا اور اسی سال آپ کے استاذ مولانا عبدالباقی مدظلہ نے آپ کو اجازت حدیث (مفصلاً) عطا فرمایا۔

مولانا بچپن ہی سے نہایت ذکی اور ذہین قوی احسن عقل و فرستے دوران تعلیم میں آراستہ تھے۔ تعلیم کے دوران میں کبھی بھی مطالعہ دیکھ کر سبق نہیں پڑھتے ذکاوت و ذہانت اور نہ کبھی پڑھ کر دوبارہ سبق ملاحظہ فرماتے خود فرماتے تھے کہ میرا مطالعہ بس اس قدر ہوتا کہ گھر سے جو وقت سبق پڑھنے چلتا تو مولانا عین القضاة رحمۃ اللہ علیہ کی قیام گاہ تک (کرہ واقع پشت مسجد ملائین) کتاب دیکھتا جاتا اور اگر کبھی اسے میں کوئی شخص مل جاتا اور مجھ سے باتیں کرنے لگتا تو اسکا بھی موقع نہ ملتا۔ میں خیال کیا کرتا کہ پڑھنے کی کتاب دیکھنے سے کیا حاصل ہے کیونکہ وہ تو استاد بنا ہی دینگے۔ باوجود اسکے ہمیشہ اپنے استاد و مکی نظر و زمین سابق ہی رہا اور کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ میرے استاد نے کوئی بات دریافت کی ہو اور میں جواب نہ دیکھا ہوں ہمیشہ سبق پڑھنے ہی سے مجھ کو سبق یاد ہو جاتا تھا۔ اتنے۔ علاوہ پڑھنے کے بھی ہر امر میں مولانا کی فراست و ذکاوت ظاہر ہوتی تھی۔ نہایت صغریٰ میں حیدر آباد تشریف لینگے تھے وہاں کی زبان کے تمام نئے الفاظ ایک جگہ جمع کر کے یاد کر لیے تھے۔ آپ کے نانا مولوی نور الدین صاحب نے پوچھا کہ باری بہان حیدر آباد میں تم نے کیا دیکھا آپ نے وہ سب الفاظ سنا دیے وہ متحیر رہ گئے اور مولانا کو

گلے سے لگا لیا۔ ابتدائے تعلیم سے اپنے اور اپنے احباب کے روزمرہ کے بعض واقعات نظم کر لیے تھے جسکا کچھ حصہ محکمہ ایک یاد ہے۔ زمان تعلیم میں الغیہ صغریٰ کبرے تہذیب بنی حفظ کر لی تھی۔ ۵۲ تک پہاڑے یاد تھے صاحب کے متعلق اپنی ایجاد سے نئے قواعد آسانی حفظ کے واسطے بنائے تھے۔

**شوق علمی** ابتدائے تحصیل علم سے مولانا کو علمی شوق و ذوق کچھ بہت نڈھ تھا۔ مگر اپنے والد کے سفر حج سے پلٹنے کے بعد اس میں بہت زیادہ ترقی ہو گئی تھی سبکی کتاب (جیسا کہ اوپر مذکور ہوا) کبھی نہیں ملاحظہ فرماتے تھے مگر کتب مینی کا اس قدر شوق تھا کہ شب کو ۲-۳ بجے تک اور دن کے اسباق سے فرصت کے وقت میں کتابیں ہی ملاحظہ فرمایا کرتے مولانا نے اپنے زمانہ طالب علمی میں ایک پلنگ نامخت لکڑی کا بنوایا تھا اسپر (بلا بھوڑی کے) ایک چھڑ کا بھوڑا تکیہ نہایت سخت سر کے نیچے رکھ کر لیٹتے اور پاس روشنی رکھ کر کتاب ملاحظہ فرمانا شروع کرتے یہاں تک کہ کتاب سینے ہی پر رکھ کر سو جاتے جو وقت آنکہ کھلتی پھر کتاب ملاحظہ فرمانے لگتے۔ مولانا کے کتب خانہ میں (جو مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے کتب خانہ کے بعد اس وقت سب سے بڑا کتب خانہ تھا) کوئی کتاب ایسی نہیں ہے جس پر مولانا کے دیکھے ہوئے ہوں کی علامت اور اکثر دن پر فوائد نہ بنے ہوں۔ ابتدائے تحصیل سے لیکر ختم تک کبھی مولانا نے سبق ناغہ نہیں فرمایا۔ زمانہ تحصیل میں اپنی سسرال کا کوری سے فجر کے وقت شرکت سبق کیلئے روزانہ آتے اور ایسے وقت پہنچتے کہ ابھی لوگ نماز فجر سے فارغ ہوئے ہوتے جس دن آپ کی محبوبہ بیوی کا انتقال ہوا تو باوجود سخت محزون و مقدم ہونے کے آپ دفن سے فراغت پا کر فوراً ہی استاد معظم (مولانا عین القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں کتاب لیکر حسب معمول حاضر ہوئے مگر شفیق استاد فضائل و ثواب صبر بیان فرماتے رہے اور سبق موقوف رکھا۔ استاد الوقت کا قاعدہ تھا کہ شرکاء درس میں سے چاہے کوئی دیر کر کے حاضر ہوتا بغیر اسکے انتظار کے سبق شروع کر دیتے لیکن اگر اتفاقاً مولانا کو دیر ہو جاتی تو استاد انتظار فرماتے اور آدمی بلاسنے کے واسطے بھیجتے مولانا کے اسباق میں گو شرکار کثیر ہوتے مگر قاری ایک دن مولانا ہوتے اور ایک دن مولانا عبدالحی صاحب جو مولانا کے



اکثر ہندس لے ہیں۔ مولانا کو بہت سے بہت ائمہ دینی تھے اور صرف بہت کم مناسب تھی۔

**کتب تصوف کی** مولانا نے کتب تصوف معمول اپنے والد ماجد سے پڑھے اور فتویٰ شریف نے جناب مولانا عبد الغفار رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔ ابتدائے تعلیم اور بیعت سن میں مولانا نے اپنے جد امجد رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی تھی جد امجد قدس سرہ نے صغریٰ کو حبسے بجائے گناہوں سے توبہ کرنے کے شرارتوں سے توبہ کرائی تھی جو نہایت جامع لفظ ہے۔ اور بیعت کے ساتھ ہی پیر و مرشد نے جمیع سلاسل کی اجازت ارشاد بھی مرحمت فرمادی تھی ختم کتب کے بعد والد ماجد سے تجدید بیعت و اجازت حاصل ہوئی۔ اور ادواشغال معمول کی تعلیم والد ماجد ہی سے پائی ۱۳۲۷ھ میں حاضری بغداد شریف کے موقع پر حضرت پیر عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نقیب لائشرف گیلانی زادہ اور حضرت پیر مصطفیٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ گیلانی زادہ کلید بردار روضہ قادریہ سے سلسلہ قادری میں اجازت مرحمت ہوئی موخر الذکر بزرگ نے یہ کلمہ اجازت مرحمت فرمائی کہ حضرت غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حسب الحکم اجازت دیتا ہوں۔

مولانا کو اجازت حدیث سب کے پہلے اپنے جد امجد سے صغریٰ میں حاصل **اجازہ حدیث** ہوئی اسکے بعد ۱۳۲۷ھ میں سفر حج کے موقع پر حضرت سید علی طاہر و تری محدث مدینہ منورہ اور شیخ امین رضوان سے اجازت حدیث اور شیخ الدلائل محمد بن علی باشلی سے اجازت دلائل الخیرات حاصل ہوئی حضرت سید علی طاہر رحمۃ اللہ علیہ نے جو سند آپ کے والد ماجد کو عطا فرمائی تھی اُسی میں مولانا اور مولانا کے بڑے بھائی کو بھی ضمناً اجازت دی تھی مولانا کے والد ماجد نے محدث موصوف سے عرض کیا کہ میرے اس لڑکے نے تو ابھی قرآن شریف بھی ختم نہیں کیا ہے محدث موصوف نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تفادلاً اسی طرح انکو اجازت دی ہے جس طرح (مشہور ہے) کہ حافظ عقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو اجازت مرحمت فرمائی تھی۔ ۱۳۱۷ھ میں ختم کتب کے بعد جناب مولانا عبد الباقی صاحب نے سید علی طاہر رحمۃ اللہ علیہ کو ختم کتب کی اطلاع کی سید موصوف نے مولانا کو مفصل اجازہ حدیث لکھ کر بھیجا ۱۳۲۷ھ میں

حج کے بعد مولانا مدنیہ منورہ میں سات ماہ حاضر رہے اور کتبِ احادیث و ادب حضرت  
 سید علی فاہر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے سبقاً سبقاً پڑھے جس کے بعد مولانا کو دوسری مرتبہ  
 زائد مفضل اجازہ (مسلکات وغیرہ کا بھی) محدث موصوفی مرحمت فرمایا۔ اسی سفر  
 میں مولانا کو سید امین رضوان سید احمد برزنجی حضرت پیر سید عبدالرحمن نقیب لاشراف  
 گیلانی زادہ سے بھی اجازت حدیث حاصل ہوئی ان کے علاوہ مولانا کو حسب ذیل  
 شیوخ سے بھی اجازت حدیث ملی تھی۔ مولانا کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ۔ مولانا  
 عبدالرؤف صاحب (مولانا کے بڑے بھائی) مولانا نور الحسنین صاحب بن ملک العلماء  
 ملا حمید (مولانا کی والدہ کے چچا اور والد ماجد کے مامون) مولانا عبدالباقی صاحب  
 مدظلہ العالی آپ کے نامور استاد اور مہنوی، شیخ فاکح مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔ شیخ محمد بن  
 سلیمان حسب اللہ الملکی مدرس حرم شریف۔ شیخ احمد بن محمد بن احمد انصاری الملکی۔  
 ان سب حضرات کا مجملہ ذکر الباقیات اصالحات میں بھی ہے اور حسرة المصنفین سید علی  
 کا پہلا اور دوسرا اجازہ مذکور ہے۔

مولانا نے اپنے تحصیل ہی کے زمانہ سے سلسلہ تدریس جاری فرمادیا تھا جو  
 تدریس اس قدر بڑھ گیا تھا کہ اٹھارہ اور بیس سابق تک وزانہ ہوتے تھے۔ ہنگوگن کے  
 اسباق اُس زمانے میں سب کے پہلے ہوئے۔ ختم درس کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا۔ حج کی  
 واپسی کے بعد اور بھی تدریس میں اوقات زائد صرف فرماتے صبح سے ارنبجے تک اور سہ پہر  
 اور اکثر شب کو اسباق ہوتے۔ مدرسہ نظامیہ قائم ہونے کے بعد مدتِ اہم مدرسہ کے متعلقہ  
 اسباق کے علاوہ ہم لوگوں کے اسباق اور کتبِ احادیث کے اسباق  
 پڑھاتے جو فجر کے بعد اور شب کو ہوتے۔ آخر میں مولے اسباق مدرسہ کے معقولات  
 کا درس موقوف فرمادیا تھا اور بیرونی اسباق میں صرف حدیث و قرآن کا درس دیتے  
 انگریزی تعلیم یا فتنہ حضرات کیلئے قرآن کا درس دینا شروع کیا تھا۔ جو پانچ پارہ تک غائب  
 عہ سید علی فاہر اور سید امین رضوان اور سید احمد برزنجی اور علامہ زین طرابلسی اور سید عبدالقادر گیلانی عموی زادہ اور اپنے  
 والد ماجد اور ہم محترم سے جناب قطب میان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت عام حدیث کی اور سلاسل کی قابلِ ہر عنایت

ہوا تھا۔ اولاً جمعرات اور جمعہ کو اور بعد کو صرف جمعہ کو اولاً باغ مولانا انوار الحق رحمۃ اللہ علیہ میں اور بعد کو گھر پر فتویٰ شریف کا درس ہوتا۔ باغ کے درس میں ہم سب بھی شریک تھے۔ جب درجہ حدیث مولانا نے قائم فرمایا تھا علاوہ دیگر کتب حدیث کے شرح معانی الآثار اور جامعہ کا اور دیگر کتب امام محمد اور علامہ طحاوی کا درس بھی دیتے۔

تلاذہ مولانا نے اپنے بزرگوں کے معمول کے مطابق کبھی بھی تلاذہ کی فرست نہیں تھری فرمائی اور نہ سب کے اسما مولانا کو یا ہم میں سے کسی کو یا دہین باوجود کوشش کے بھی مکمل فرست کیا اور موری فرست بھی تیار نہیں کر سکتا ہوں۔ میرے تحصیل کے زمانہ میں جو لوگ میرے ساتھ پڑھتے تھے انھیں کے کل اسما مجھ کو یا دہین دوسروں کا کیا ذکر مجموعی تھا ان حضرات کی علاوہ مدرسہ نظامیہ میں پڑھے ہوؤں کے، کس طرح دو تین سو سے کم ہوگی۔ اس تعداد میں ان لوگوں کا شمار نہیں ہے جنھوں نے صرف چند روز مولانا سے پڑھا ہے۔ ہر حال جن حضرات کے اسما مجھ کو یا دہین میں تحریر کرتا ہوں۔ فقیر محمد عنایت اللہ۔ مولوی سلامت اللہ صاحب۔ مولوی محمد بقا صاحب۔ مولوی محمد قائم صاحب۔ مولوی برکت اللہ مرحوم مولوی محمد عظیم عرف مولوی محمد بشیر صاحب۔ مولوی ممتاز الحق مرحوم مولوی امتیاز الحق صاحب۔ مولوی صبغت اللہ صاحب۔ جناب قطب میان صاحب۔ مولوی عبدالقادر صاحب۔ مولوی عزت اللہ صاحب۔ مولوی محمد ایوب صاحب۔ مولوی محمد یونس مرحوم۔ مولوی محمد ادریس صاحب۔ مولوی محمد شفیع حجت اللہ صاحب۔ مولوی حیات اللہ صاحب۔ مولوی حکیم معراج الحق صاحب۔ مولوی محمد مقیم صاحب۔ چاندپادشاہ صاحب۔ میان جانی صاحب۔ مولوی نور الرحمن عرف محمد میان صاحب (مذکور بالا حضرات مرگئی محل کے ہیں) مولوی محمد یونس مرحوم مولوی نصیر الدین مرحوم مولوی شیخ الطاف الرحمن صاحب۔ مولوی حافظ محمد بشیر مرحوم منڈیادی مولوی رضی الدین صاحب فنجوری۔ حکیم مولوی اہد علی مرحوم لکھنوی۔ مولوی سید محمد صاحب اذغانان اجتہاد لکھنوی۔ خواجہ شریف الدین مرحوم لکھنوی۔ مولوی احمد حسین لکھنوی مرحوم خواجہ نجم الدین لکھنوی مرحوم۔ مولوی حکیم سید ہدایت الحسن مرحوم مولانی۔ مولوی محمد عیسیٰ صاحب لہ آبادی (خلیفہ خاص مولانا اشرف علی صاحب) مولوی محکم الدین صاحب سی

مولوی حکیم شمس الاسلام دہلوی۔ مولوی اشرف اللہ مرحوم افغانی۔ مولوی محمد بشادوری۔ مولوی عبدالرحمن  
 بشادوری۔ سیٹھ مانک جی نور دوجی۔ شیخ مسعود الزمان صاحب برسر پرا بندہ۔ مولوی شمس الزمان  
 اسلام آبادی مرحوم (پسر مولانا منیر الزمان اسلام آبادی)۔ مولوی سید محمد افغانی۔ مولوی ابوبکر  
 دمنی۔ مولوی شریف محی الدین مدرسی۔ مولوی سید حیات الحسن صاحب موہانی۔ مولوی  
 سید وقایت الحسن مرحوم موہانی۔ مولوی سید منیب الحسن صاحب موہانی۔ مولوی سعید الحسن  
 مرحوم موہانی۔ مولوی حکیم عزیز الدین صاحب موہانی۔ مولوی حکیم خواجہ شمس الدین صاحب  
 میونسپل کمشنر کھنوی۔ مولوی حکیم محمد ولی صاحب منڈیاوی۔ مولوی حکیم سید ذاکر علی صاحب آبادی  
 مولوی خواجہ محمد الیاس صاحب کھنوی۔ مولوی شیخ التفات الرحمن مرحوم ڈاکوئی۔ مولوی حکیم خواجہ  
 محمد اسماعیل صاحب کھنوی۔ مولوی حکیم سید ظہیر احمد صاحب سیتا پوری۔ مولوی شمس الدین احمد  
 خان صاحب نامی۔ مولوی حکیم سید بشیر احمد صاحب کھنوی۔ مولوی سید شاہ محی الدین اشرف  
 صاحب کچھو پھوی۔ مولوی سید محمد صاحب کچھو پھوی۔ مولوی محمد صدیق صاحب غازی پوری  
 مولوی حکیم عبدالمقتدر صاحب شاہجا پوری۔ مولوی حسیم الدین مرحوم بنگالی۔ مولوی حکیم  
 مسعود علی صاحب میرٹھی۔ مولوی محمد یوسف صاحب فیض آبادی۔ مولوی محمد سلمان غازی پوری  
 مولوی چودھری عظیم الدین اشرف صاحب آنریری محسٹریٹ پیسار ضلع بارہ بنکی۔ مولوی محمد  
 غنیل الرحمن صاحب بلیادی۔ مولوی افتخار عالم صاحب ہڑپچی۔ مولوی احمد حبیب خان صاحب  
 بیج آبادی۔ مولوی بسیم الدین صاحب مونگیری۔ مولوی نصیر احمد صاحب مونگیری۔ مولوی  
 خواجہ لطیف الدین صاحب کھنوی۔ مولوی مصباح علی صاحب کھنوی۔ مولوی دیم الحق صاحب  
 غازی پوری۔ مولوی عبدالحمید صاحب مدرس مدرسہ ڈھاکہ بنگالی۔ مولوی شیخ عبدالباری بنگالی  
 مولوی مصباح اللہ صاحب افغانی۔ مولوی غلام جیلانی صاحب عظیم گڈھی۔ مولوی خواجہ  
 حمید الرحمن صاحب کھنوی۔ مولوی اقبال احمد الہ آبادی۔ مولوی قمر الدین کاکوروی۔ مولوی  
 عطا حسین مرحوم کچھو پھوی۔ مولوی محمد یوسف سولوی۔ مولوی ساجد حسین و حکیم زاہد حسین ترمکی  
 مولوی حکیم محمد احمد صاحب کاکوروی۔ مولوی حکیم محمد امین صاحب دریابادی۔ عابد علی صاحب  
 (پسر مولانا شوکت علی صاحب)۔ مولوی وجیہ اللہ غازی پوری۔ مولوی محفوظ الرحمن اعظم گڈھی۔

مولوی محمد عبدالحکیم بناری۔ مولوی حکیم خواجہ محمد حبیب رضا لکھنوی۔ مولوی محمد فتیح اثاوی مرحوم۔  
 میان سید نور الحسن صاحب جمیر شریف۔ سید حامد علی صاحب جمیر شریف۔ میان سید عبدالباری صاحب  
 سید اعجاز علی صاحب جمیر شریف۔ میان سید محمد احمد صاحب جمیر شریف جناب میان سید الہ آبادی۔  
 شاہ واثق یقین صاحب سجادہ نشین کرسی۔ شاہ فخر عالم صاحب در بنگوی۔ میان شاہ حیات احمد  
 صاحب بلہ زیب سجادہ رودی شریف۔ میان شاہ سعید الحسن صاحب بانسہ شریف وکیل گلبرگہ۔  
 جناب میان سجاد حسین صاحب بانسہ شریف تحصیلدار پرہنی۔ جو لوگ درس قرآن شریف میں  
 شریک تھے انکے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ شیخ احسان الرحمن صاحب قدوائی بیرسٹر۔  
 شیخ بشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر۔ خواجہ یوسف علی صاحب بی۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی۔ منشی  
 فخر الحسن صاحب بی۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی۔ جناب سید جالب صاحب دہلوی مشہور ڈیٹر اخبار  
 خواجہ یونس علی صاحب سرشتہ دار حکمہ بندوبست۔

**خدمتِ علم** علامہ کتب بینی تدریس و تالیف کتب کے مولانا مدت اہم خدمت علم میں نہایت  
 علیگڑھ یونیورسٹی سے گو عام طور پر اس وقت تک علما اور خامکر علمائے  
 فرنگی محل کو خلاف تھا مگر مولانا نے دلیرانہ اس کے جانب قدم بڑھایا اور یونیورسٹی کی عام تحریک  
 میں سرآغان کی تحریک پر پانچ سو روپیہ کا چندہ مرحمت فرمایا اور اسکے بعد ہی نواب  
 وقار الملک بہادر مرحوم سے خط و کتابت کر کے اپنے زیر اثر طلبہ کو وہاں بھجوا دیا یہ خط و کتابت  
 بصورت رسالہ شائع ہو چکی ہے، باوجودیکہ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے علمائے فرنگی محل در دیگر  
 علما و جوہر ملحدہ ہو چکے تھے مگر مولانا اُس کے رکن انتظامی منتخب ہوئے اور ہمیشہ واسے  
 در سے۔ سنے۔ قدمے۔ دارالعلوم کی مدد فرماتے رہے۔ ندوہ کے سالانہ جلسہ ۱۳۳۷ء میں  
 مولانا خود بھی مجلس استقبالی کے رکن بنے اور ہم سب کو رکن بنوایا اور تحصیل چندہ میں کوشش  
 فرمائی۔ دارالعلوم دیوبند میں خود شریف لیکھے اور وہاں کے علمائے مبادیہ خیالات  
 کیا۔ دارالعلوم معینہ اجیر شریف اور دیگر مدارس اسلامیہ میں بھی شرکت فرمائی۔ علما کی اقتدار و  
 وقار و عزت کو تعلیم یافتہ نہیں قائم کرنا مولانا ہی کا کارنامہ ہے۔  
 مدرسہ عالیہ نظامیہ مولانا نے فرنگی محل میں علمی منزل کو ملاحظہ فرما کر ایک رسوائی مہولی

مجددہ کے ساتھ محلہ میں جاری فرمانے کا قصد کیا اپنے اعزاء و احباب سے مشورہ فرما کر اسکو علی  
 جامہ پہنانے کا حتمی قصد فرمایا۔ اور ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۹ھ کو استاذ المذکر کی وفات  
 شریف کے دن صاحبزادہ والا تبار محمد دم و محترم حضرت میان سید خورشید احمد بنیرہ حضرت  
 سید السادات بانسوی رحمۃ اللہ علیہما سے موجودگی حضرت استاذ الاساتذہ مولانا مین القضاۃ  
 رحمۃ اللہ علیہ افتتاح کرایا اور تبرکات میں نے حضرت استاذ الاساتذہ سے حدیث "انما الاعمال  
 بالنیات" مشکوٰۃ شریف سے پڑھی۔ جب تک مولانا نے امور سیاسیہ کی طرف انہماک نہیں فرمایا  
 مولانا کا مرکز توجہ یہ مدرسہ رہا۔ مولانا نے اس مدرسہ کے نصاب تعلیمی میں حساب الجبر۔ جامیری  
 جغرافیہ داخل کر کے اسکی تحصیل ہر طالب علم کے واسطے لازمی کر دی تھی۔ اور انگریزی  
 بھی ادھر کی جماعت میں داخل تھی ۱۳۲۹ھ سے مولانا نے اس مدرسہ میں مولانا اور  
 مولوی کی سند دینے کا قاعدہ رائج فرمایا۔ اور اسکا نصاب جزئی طور پر کبھی کبھی مختلف طرز  
 پر حسب ضرورت بدلتے بھی رہتے تھے۔ یہ مدرسہ خدا کے فضل و کرم سے اسوقت تک جاری ہی  
 اور اعلیٰ حضرت شہر یار دکن اور اعلیٰ حضرت فرمانرواں راجہ صاحب تاج  
 بالقاء کیجا جسے گرانقدر امداد مدرسہ کو مل رہی ہے۔ اس مدرسہ کا فیض ہو کہ موجودہ دور کے  
 تمام علما (میرے بعد والے) اسی مدرسہ کے تعلیم یافتہ ہیں اور میرے بعد فرنگی محل میں جو بھی  
 فارغ التحصیل ہے وہ اسی مدرسہ کا سند یافتہ ہے۔

**کے نصف** مولانا کو طالب علمی کے زمانہ سے بلکہ اس سے بھی پہلے تالیف و تصنیف کا  
**مولانا تصنیف** انتہائی ذوق تھا۔ جب تک علمی مشغلہ نہیں تھا شوقی اور غریب تالیف  
 فرماتے تھے جب علمی ذوق ہوا علمی کتب تالیف فرمانے لگے۔ زمانہ طالب علمی سے لیکر  
 ۲۲ جمادی ۱۳۲۹ھ یوم علالت تک مشکل سے کوئی دن ایسا گذرا ہو گا کہ حسین کچھ نہ کچھ وقت تالیف  
 پر نہ صرف فرمایا ہوا اہل زمانہ کے بہت سے تالیفات حفاظت نہ کرنے کی وجہ سے ضائع ہو گئے  
 بہت سی تالیفیں ایسی ہیں کہ مولانا نے اپنے تلامذہ کو بعض ضرورتوں پر دیدی تھیں میں نے  
 بہت کوشش کی کہ مولانا کے مولفات کی مکمل فہرست تیار کر لوں مگر افسوس کہ تلامذہ کی  
 فہرست کی طرح اس میں بھی مجھے ناکامی ہوئی۔ ہر حال جو فہرست میں نے تیار کی ہے وہ

حسب ذیل ہے اس میں یادداشتوں اور مضامین کے مجموعے شامل نہیں ہیں جنکی آٹھ جلدیں مکمل  
موجود ہیں۔ نیز مولانا کے مجموعات فتاویٰ دو جلدوں میں اسکے علاوہ ہیں۔

علم صرف۔ تحفۃ الاخوان، ہدیۃ الخلان۔ التفتیح۔ سلسلۃ الذہب۔ تہیئۃ لصراف۔  
جامع الفوائد۔ ارتقاء الشرف۔ شرح ہدایۃ لصراف۔ شرح فضول کبریٰ۔ مقدمۃ لصراف۔  
علم نحو۔ نور البصباح شرح المصباح۔ ہدیۃ الطالب۔ شرح ہدایۃ النحو۔ حاشیہ الفیہ۔

حکمت۔ تحفۃ الاصحاب۔ عین الصواب۔ حاشیہ اثنافہ علی طغرة الزاویہ۔ مسائل فی البیۃ القدیمہ  
منطق۔ اعتصام الاذہان۔ شرحان لایمانیجی۔ تقریب الاذہان۔

فقہ۔ الانصاف فی الادقات۔ الدرر الباقیہ للذریۃ بطاہرہ۔ العقل المغفور۔ رحمۃ المغفور۔  
خیر الزوائد لسفر العاد۔ الفیض الرحمانی۔ قرۃ العین۔ حیات اولی الابواب۔ الخطر۔ رسائلہ فی  
تحقیق الجزیہ۔ احقاق السماع۔ احسن القریات۔ ردحجم شیطان۔ غایۃ المامول۔ القول الملوید  
کشف الحال۔ طعن لشیخان۔ التعلیق المختار۔ رسائلہ فی مسائل لطہارۃ۔ ذب الطاعنین خیر الدعاء  
احرز المصنون۔ رحمۃ الامۃ۔ شرع الجان۔ فتاویٰ قیام ہلہ والدين۔ تعلیق الاذہار۔ التبیان المسلم  
فی ترجمۃ الکلام المبرم فی نفس الکلام المحکم۔ العقل لما جود ترجمۃ المبرور فی رد القول المنصور۔  
الحج المغفور بترجمۃ اسمعی مشکور فی رد المذہب لما نور۔ محاسن جمیلہ مشہور بحسن جمیلہ اصول الایمان  
رسائل متعلقہ ذبیہ بقر۔ الاصلاح۔

فرائض۔ کتاب لفرایض۔ حاشیہ ترجمہ موسوم بہ الوار السراج۔ الاہمار فی توریث الاماء والاصهار۔  
کلام۔ غایۃ الکلام۔ زبدۃ الفرائد۔ کتاب العقائد۔ سائنس کلام۔  
اصول فقہ۔ تلثم الملکوت شرح مسلم الثبوت۔ نہایت الانکشاف فی درایۃ الاختلاف۔  
اعجاز البصار شرح المنار۔

حدیث۔ الآثار الحمیدیہ۔ الآثار المتصلہ۔ الدرۃ الباہرہ فی الاحادیث المتواترہ۔ شفاء البصۃ  
راۃ الفوائد للآثار شادہ فی الاسناد۔ الباقیات البصالحات۔ التبیان لکلی المعنیہ علی اشارۃ النبویہ  
الربعین حدیث (۳ عدد) آثار الامامۃ۔ الاربعین الزاجرہ فی الاحادیث کا حاضریہ۔ المذہب المعجز  
بما ذہب لہ احمد۔ ہدیۃ الطالب لصلۃ ابن ابی شیبہ، الذب عن ابی حنیفہ بما طعن بہ ابن قتیبہ۔

تفسیر فیض القادر تفسیر آیۃ الغافر۔ بیان القرآن۔ تفسیر الطغاف الرحمن۔  
 سیرۃ۔ تہذیب المعیضہ۔ شہادت حسین۔ تشیط المبین۔ رسالۃ فی الوفاۃ۔ رسالۃ فی المعراج۔ مختصر تاریخ  
 اصول تاریخ۔ الآثار الاول۔ تحفۃ الاخلا۔ جلال الابصار۔ اللہ فیہ۔ الرحلۃ الواقیہ۔ الرحلۃ الحجازیہ  
 حق المسترشد لوصال المرشد۔ عرض حضرت بانسہ۔ ملفوظ حضرت سید اسادات۔ مقدمۃ التعلیق المختار  
 علی کتاب الآثار۔ تسہیل المنہج فی اسماء رجال کتاب کج۔ مقدمہ حاشیہ تیسر صغیر و سیر کبیر  
 تصوف و سلوک۔ افضل المشاغل۔ سبیل الارشاد۔ رسالۃ النصیصہ۔ رسالۃ التوبۃ۔ نظم الفرائد۔  
 محاسن یوسفی۔ حاشیہ فصوص الحکم۔ رسالۃ ذکر الاداشغال۔  
 ادب۔ حاشیہ ثمانسہ۔ شرح قصیدہ بردہ۔

ان تابلیغات کے علاوہ مختلف کتب درسیہ پر حواشی بھی ہیں جیسے حاشیہ شرح سلم قاضی۔ حاشیہ  
 میرزا ہدیر سالہ۔ حاشیہ علی حاشیہ غلام بچینے۔ حاشیہ شرح ہدایۃ الحکیمہ۔ حاشیہ شمس مبارک عنہ۔  
 حاشیہ نور الانوار۔ حاشیہ اصول الیزودی۔ حاشیہ شرح مشکوٰۃ۔ اور رسالہ سائنس و کلام و فکر کی چونتیس  
 جلدیں ہیں اور انہیں ہی صرف ایک جگہ کا حصہ اول نتائج ہوا ہی مولانا کی اپنے تابلیغات میں ایک  
 عجیب بات بھی جسکی وجہ سے مولانا کی تابلیغات میں کتابت کی بیشا غلطیاں ہو جاتی تھیں  
 مولانا بآداب و دیکھنے کے خوشخط نہ تھے اور نہایت تیزی سے شکست تحریر فرماتے تھے۔ اور  
 کاتب کو یہی مسودہ کاپی کرنے کیلئے مرحمت فرماتے تھے اور کبھی بھی (الا ماشاء اللہ) صحت خود  
 انہیں فرماتے تھے اور نہ پردت ملاحظہ فرماتے تھے۔ صحت کو نیا لے اکثر خود بھی کیفیت بافتن  
 مسودہ پڑھ کر صحت کرتے تھے۔ اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ غلطیاں باقی رہ جاتی تھیں۔

یہ واقعہ ہے کہ مولانا کو بچپن سے ریاست سے بہت دلچسپی تھی ایام طفلی میں جو کھیل کھیلتے  
 ریاست اس سے بھی ریاست سے دلچسپی ظاہر ہوتی خود بادشاہ بنتے اور اپنے ساتھیوں میں  
 کسی کو وزیر اور کسی کو قاضی اور کو تو ال بناتے فوج قائم کرتے اور کسی ملک پر حملہ کرنے کی  
 تجویز کرتے۔ جب اس قسم کے کھیلوں کا زمانہ نہیں رہا اور ہوشمندی کا زمانہ آیا تو ریاست سے  
 دلچسپی زائل ہو گئی۔ اوائل عمر میں میرے بچلے بھائی کو پڑھانے کے واسطے بنگال دکنہ کے  
 رہنے والے ایک صاحب جنکا نام امیر علی تھا مقرر ہوئے تھے میری مکان میں تم بھی صاحب ہی آئی ڈی کے



ایک لائق افسر تھے اور لکھنؤ صرف عربی اور فارسی سیکھنے کے واسطے آئے تھے اور جناب مولانا  
 عبدالباقی صاحب اور جناب خواجہ عزیز الدین صاحب فاقانی ہند سے فارسی پڑھتے تھے  
 مولانا سے اور ان سے بہت ڈانڈ و رابطہ ہو گئے تھے اور غالباً مولانا نے اُن سے کچھ انگریزی بھی  
 پڑھی تھی۔ باوجود سی آئی ڈی میں ہونیکے ماسٹر اصغر علی صاحب کے خیالات آزادی اور حب  
 اسلامی پر مبنی تھے۔ مولانا کو سیاسی معلومات میں اُن سے بہت ڈانڈ مدد ملی (یہ ماسٹر صاحب بعد  
 کو قسطنطنیہ میں سفارت انگریزی میں ایک معزز عہدہ پر مقرر ہو گئے اور تھوڑے دن کے بعد  
 انھوں نے گورنمنٹ برطانیہ کے اپنا سلسلہ منقطع کر لیا اور گورنمنٹ عثمانیہ میں بڑے عہدہ پر  
 مقرر ہو گئے بعد کو مرحوم انور پاشا کی جماعت میں شامل ہو گئے اور انقلاب کے بعد ان کے عہدہ میں  
 اور ترقی ہو گئی مولانا سے ان سے ہمیشہ خط و کتابت رہی۔ جنگ بلقان کے بعد ماسٹر صاحب  
 ہندوستان آئے تھے اور مولانا کے کئی دن ہمان ہے اسکے بعد پھر ترکی واپس گئے اور غالباً  
 اب اُنکی وفات ہو گئی ہے۔ انھیں کے ذریعے سے مولانا اور مشرف حسین سے اولاً غائبانہ تعارف  
 ہوا۔ اسکے بعد ۱۳۲۹ء کے سفر حج میں بالمشافہ ملاقات ہوئی جس سے مولانا کے تعلقات شریف  
 صاحب سے بہت زائد وستانہ ہو گئے، اسی زمانہ میں جنگ یونان و روم میں ترکوں کو فتح حاصل  
 ہوئی اور ہندوستان میں اسکی سرشت شادمانی میں چلے ہونے لگے تو لکھنؤ میں بھی ایک جلسہ کے  
 انعقاد کی تجویز ہوئی اور اسکے انتظام کے لیے ایک انتظامی کمیٹی بنائی گئی اور مولانا کے بڑے  
 بھائی (مولانا عبدالرؤف صاحب) اسکے صدر اور مولانا اسکے رکن منتخب ہوئے گورنمنٹ کی  
 پالیسی حسب معمول ترکوں کے سخت مخالف تھی اُن سے ایسے جلسوں کو نہایت ناپسند کیا اور علانیہ  
 انہیں دراندازی شروع کی لکھنؤ کے حکام نے بھی اپنا مرکز توجہ اس کمیٹی کو بنالیا اور اُس کے  
 ارکان کی نگرانی شروع ہوئی۔ مولانا اپنے کام میں پوری طرح پر ہنک ہو گئے اور باوجود  
 سخت دراندازیوں کے سر نہ ہٹے اور نہایت زور شور سے رفاہ عام میں متغیر ہوا۔ اسکے بعد سے  
 جبکہ مولانا میں مذہبیت کا رنگ غالب ہوتا رہا اُس قدر سیاست مذہبی سے دلچسپی اور ملکی  
 سیاست سے بے تعلقی بڑھتی گئی۔ والد ماجد کے انتقال کے بعد سے چونکہ مولانا کا مرکز توجہ مدبر  
 عالیہ نظامیدہ اور کوئی سیاسی مذہبی کام بھی درمیش نہیں تھا اس واسطے مولانا علما سیاست سے

بالکل علحدہ رہے۔ ۱۳۲۷ھ میں جب جنگ طرابلس پیش آئی اور غاصب ٹلی نے بلا وجہ طرابلس پر حملہ کر دیا تو ہندوستان کے مسلمانوں میں سخت ہیجان پیدا ہو گیا اور تمام ہندوستان میں اٹلی کے برخلاف جلسے کیے گئے مولانا اس موقع پر دوبارہ حج کیلئے حجاز گئے ہوئے تھے ان جلسوں میں یا اسکے چند دشمن مولانا شرکت نہیں فرما سکے مولانا کے بھتیجے قطب میا نصاحب نے اپنے چچا کی قائم مقامی میں باوجود کمسنی کے پہلے انہماک سے شرکت کی۔

**جنگ بلقان** سفر حج سے واپسی کے قوتوٹے زمانہ بعد ۱۳۳۷ھ میں جنگ بلقان پیش آگئی اور نہک حرام یونان اور بلغاریہ سرحد پر مانیگرڈ نے بلا کسی وجہ کے یورپین طاقتوں کے اشارے سے ترکوں پر حملہ کر دیا سب سے پہلے مولانا نے سیاسیات مذہبی میں اسی جنگ کے دوران میں شرکت فرمائی۔ ہندوستان بھر میں ترکوں کی ہمدردی میں جلسے ہوئے اور ہلال احمر کے نام سے زخمی ترکوں کی امداد کیلئے کمیٹیاں قائم ہوئیں مولانا نے نہایت سرگرمی سے اس میں حصہ لیا اور فرنگی محل کی مشہور انجمن مویہ الاسلام کو (جس کے بانی مولانا کے والد ماجد اور مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ تھے) از سر نو زندہ کر کے اُس کے ذریعے چندہ جمع کرنا شروع کیا اور خود اور اپنے محبوب بھائی مولانا سلامت اللہ صاحب اور طلباء مدرسہ کو تمام اودھ میں تحصیل چندہ کیلئے مقرر فرمایا۔ علاوہ انجمن ہلال احمر کے مویہ الاسلام کے ذریعے تقریباً سینتالیس ہزار روپیہ جمع کر کے ترکوں کی امداد کیلئے بھیجا۔ مختلف اوقات میں مولانا نے امداد اور یورپین طاقتوں کے طرز عمل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کے واسطے جلسے بھی منعقد کیے اور اُن کے ذریعے سے (غالباً سب سے پہلے) ایسے رزلویشن پاس کر کے اگر گورنمنٹ برطانیہ کو بھیجے گئے جس کا مقصد یہ تھا کہ اگر گورنمنٹ برطانیہ نے ترکوں کے (اور پاشا کے) آخری فتوحات میں کوئی دراندازی کی اور اسکو متحدہ اور منسلک کٹر بری کے غیر دانشمندانہ رویہ کی تائید کی تو مسلمانوں کی وفاداری سے اُسکو ہاتھ دھونا پڑیگا۔ یہ امر خاصکر بیان کر دینے کے قابل ہے کہ اول سے آخر حیات تک مولانا نے جس قدر بھی پہلک کام کیے اُن میں ہلوگ ہمیشہ مولانا کے تبعیت میں مولانا کے انہماک کے مطابق شریک رہے خاصکر مولانا سلامت اللہ صاحب نے تو اس قدر زیادہ کام کیا ہے کہ یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ وہ مولانا کے ہمیشہ دست راست

ادوت باور ہے۔

جنگ طرابلس کے دوران میں کئی مرتبہ عذارا علی نے روضۃ اطہر اور خانہ کعبہ پر بذریعہ  
خدام کعبہ ہوائی ہارڈن کے بمباری کرنے کی دھمکی دی تھی اور گواسکا علی انہما وہ  
نہ کر سکتا تاہم ہندوستان کے مسلمانوں کو اس سے کافی تشویش پیدا ہو گئی تھی۔ ایک طرف سے لانا  
کو اور دوسری طرف سے علی برادران اور شیخ مشیر حسین قدوائی وغیرہم کو یہ خیال پیدا ہوا کہ  
اب ضرورت ہے کہ حفاظت حرمین کا بار صرف ترکوں ہی پر نہ ڈالا جائے بلکہ حسب استطاعت  
تمام عالم اسلامی کو اس اہم فرض کی جانب توجہ کرنا چاہیے۔ جنگ بلقان کے واقعات اور غاصب  
بشباہت کنٹریری کی اسلام سوز تقریر نے مسلمانوں کی تشویش کو اور ترقی دہی  
سہ میں مسلم لیگ کا جلسہ لکھنؤ میں ہونیوالا تھا اور اسی کے سلسلہ میں انجمن ہلالِ حمراور  
مسلم یونیورسٹی کمیٹی کے بھی جلسے ہوئے اسے تھے حسین تمام سربراہ آدرہ اسلامی لیڈروں کی  
شرکت کی توقع تھی۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ تم بحیثیت مجلسِ اصلاح کے  
سکرٹری کے مولانا محمد علی کو (جو اس وقت تک مسٹر محمد علی آکسن کہلاتے تھے) دعوت دو  
کہ وہ بیرون ہند کے اسلامی مفاد کے واسطے اگر کوئی جلسہ لکھنؤ کے قیام کے دوران میں  
کرنا چاہیں تو مجلسِ اصلاح اُٹھیں پوری مدد کرنے کو تیار ہے (مجلسِ اصلاح فرنگی محل کے  
نوجوانوں کی ایک سیاسی مجلس تھی جس کا میں سکرٹری تھا) مسٹر محمد علی نے جواب دیا کہ وہ  
لکھنؤ آکر ہلو گون سے ملاقات کرینگے دسمبر میں مسٹر محمد علی مع اپنے بھائی مسٹر شوکت علی کے  
لکھنؤ آئے اور غالباً اس دسمبر جلسہ کو سہ پہر کے وقت یہ دونوں بھائی شیخ مشیر حسین قدوائی کی  
محبت میں پہلی مرتبہ فرنگی محل میں آئے اور حضرت مولانا انوار الحق قدس سرہ کے کمرہ رہا کرو  
جو فرنگی محل کے اندرونی پھاٹک پر واقع ہے پر جان اس زمانہ میں مولانا آرام فرمایا کرتے تھے باہم  
مشورہ ہوا اور انجمن خدام کعبہ کی بنیاد اُس دن پڑی تو وہ زمانہ ابتدائی مراحل طے کرنے میں  
صرف ہوا اور موتی محل کی مشورہ کوٹھی میں (رجبان اس زمانہ میں مسٹر مشیر حسین صاحب کا  
قیام تھا) متعدد مشاورتی جلسے دستور العمل پر غور کرنے کیلئے منعقد ہوئے۔ بالآخر سہ  
میں بعد ظہر مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مردانہ مکان واقع فرنگی محل کے تہ خانہ میں انجمن خدام کعبہ

باضابطہ قائم کی گئی اور مولانا اُسکے خادم انجام (صدر) اور مولانا شوکت علی اور شیخ مشیر حسین قندلوی  
 معتمد مقرر ہوئے اور علاوہ میرے جناب مولوی سلامت اللہ صاحب مولوی الطاف الرحمن صاحب  
 مولوی محمد قائم صاحب مولوی نصیر الدین مرحوم ڈاکٹر ناظر الدین صاحب علی برادران شیخ  
 مشیر حسین صاحب قندلوی جناب قطب میا نصاحب اُسیدن انجمن کے ممبر ہوئے۔ اُسکے  
 بعد مولانا تقریباً ہر جمعہ میں ایک مرتبہ اور بعض دفعہ دو مرتبہ خدام کعبہ کے کاموں کے سلسلے  
 میں دہلی تشریف لیجاتے اور ملک کے مختلف مقامات کے دورہ بھی فرماتے۔ بدایون دربریلی  
 اور دیوبند بھی اسی کے سلسلہ میں تشریف لیگئے اور وہاں کے علماء سے مشورہ کیے۔ ابھی  
 خدام کعبہ کے قدم بھی پوری طرح جمنے نہیں پائے تھے کہ حکام وقت نے اُسکے وجود کو مشتبہ  
 نظروں سے دیکھنا شروع کیا اور اسکو پان اسلامزم کی تحریک کی بنا قرار دی حکام کے  
 دلوں سے خیالات فاسدہ دور کرنے کی جدوجہد ہو رہی تھی کہ جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ شیخ  
 مشیر حسین صاحب قندلوی لندن جا چکے تھے علی برادران (مولانا محمد علی شوکت علی) نظر بند کیے  
 لیسڈون بھیج دیے گئے۔ خدام کعبہ کا کام کچھ دنوں دہلی میں ہوتا رہا۔ مگر اب گورنمنٹ کی  
 توجہ بت سختی سے دفتر ادمیران خدام کعبہ کی طرف ہو گئی اور اُسکے بعد بعض مصلحتوں کی  
 وجہ سے یہی مناسب معلوم ہوا کہ دفتر سر دست بند کر دیا جائے۔

**مسجد کا بنیاد** | جنگ بلقان ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ مسئلہ میں ہندوستان میں ایک  
 نیافتہ مسجد مچھلی بازار کا پور کا پیش آیا۔ اس مسجد کے متعلق ایک حصہ  
 حکام وقت کے کھود کر سڑک (مسٹن روڈ) میں ملا دیا۔ مسلمانوں کو اس سے بہت تکلیف  
 ہوئی اسکے خلاف مظاہر کیے گئے اور تمام ہندوستان میں احتجاجی جلسے ہوئے۔ حکام سے  
 اس حصہ کو چھوڑ دینے کی پُر زور اپیلیں اور درخواستیں کی گئیں مگر ٹائیلر کا پور کے ڈسٹرکٹ ججسٹریٹ  
 اور بکن جمپک کمریٹری اور مسٹن لفٹنگ گورنر کے اتحاد و فحاشہ نے مسلمانوں کی عرضداشت پر  
 غور کرنا مناسبت نہیں سمجھا لکھنؤ میں قیصر باغ کی سفید بارہ دری میں مشرفلام نبی اللہ بیرٹری  
 صدارت میں مسجد کے حالات پر غور کرنے کے واسطے ایک جلسہ ۲۹ شعبان کو ہونے والا  
 تھا۔ جلسہ شروع ہوئیے ۱۱ منٹ قبل اطلاع ہوئی کہ ٹائیلر نے کانپور میں عظیم الشان

مسلمانوں کے اجتماع پر نہایت مددی سے گویوں کی بوجھ کر آئی اور بعض مسلمان جب مسجد میں جا کر جیسے تو وہاں پر بھی ان ہتھوں پر گویاں چلانے میں دروغ نہیں کیا گیا اور گورکھ یا سکھوں نے مسجد میں مسلمانوں کو شہید کیا۔ (غیر کے نشانات باوجود دھوا ئیے جانیکے مہینہ بھر کے بعد بھی صاف نظر آتے تھے، اس خبر نے جلسے میں ایک تلامذہ پیدا کر دیا اور مسلمانان مقررین نے نہایت اندوہناک تقریریں کیں اور غالباً اول مرتبہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے سیاسیات پر پبلک پلیٹ فارم سے ایک نہایت پر جوش اور جذبات سے بھری ہوئی تقریر کی۔ اب تمام ہندوستان کے مسلمانوں میں سخت ہجان پیدا ہو گیا۔ ٹائیلر اینڈ کمپنی نے اسی پر کٹھنائیں کی بلکہ کانپور کے اکثر پر جوش مسلمانوں اور ان کے لیڈروں کو اور مولانا آزاد بھائی کو گرفتار کر کے حوالات میں ڈال دیا۔ اور انہیں مقدمہ چلانے کی فکر میں ہونے لگیں۔ ہندوستان کے مسلم سربراہ اور وہ لیڈروں نے مقامی حالات کا معائنہ کر کے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور مسٹر منظر الحق بانکی پور کے مشہور قومی کارکن اور بیرسٹر نے کانپور میں قیام کر کے مسلمانوں کی جانب سے پیروی مقدمہ کا تمام بار اپنے اوپر لے لیا اور ان کے ساتھ بہت سے دوسرے مسلمان بیرسٹر مدد کو بھونچ گئے۔ آنریبل سر ہماراجہ صاحب محمود آباد نے اپنی پوری توجہ اس کے تدارک کی جانب مبذول فرمائی اور ایک قدم مرتب ہوا جس میں دیگر اعیان ملک کے ساتھ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو ہماراجہ صاحب ممدوح نے باصرہ شریک کیا۔ یہ وفد لفٹ گورنر کی حسب معمول ہجما ہٹ اور مندر کیو جسٹس ناکام رہا اب ہماراجہ بہادر نے شملہ پر کوشش شروع کی اور اس وقت کے وائسرائے اور بقول مولوی صبغت اللہ سلمہ کے انگلینڈ کا واحد شریف اچھری لارڈ ہارڈنگ نے بھی اس فتنہ کو کسی نہ کسی طرح دبا دینا چاہا۔ ہماراجہ صاحب برابر مولانا سے اسکے تدارک کے متعلق مشورہ کرتے رہتے اور مولانا شرعی نکتہ نگاہ کے موافق اسکا تدارک چاہتے تھے۔ غرض کہ ہماراجہ صاحب بہادر اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی طویل کوششوں کا نتیجہ ظاہر ہوا اس عرصہ میں ہماراجہ صاحب کئی مرتبہ شملہ تشریف لگئے اور وہاں سے واپس آ کر برابر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کرتے رہتے اور پھر واپس تشریف لیجاتے سہ ماہ میں ہماراجہ بہادر نے تمام امور

اُنہی شرعی مشورہ کی بنا پر حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے موصوف نے کیے تھے کہ اس لیے  
 اودھ میں سولہ باوجود شدت گرمی کے شلہ سے ایک دن کیلیے کانپور آئے اور مسجد کو آکر دیکھا  
 اور مسلمانوں کے حسب مرضی جملہ امور طے کر نیکالہ کر گرفتار دین کی رہائی کا اعلان کر دیا گو  
 اُس اعلان کے پر خلاف تھوڑا تغیر حکام صوبہ نے پھر بھی کر دیا تاہم بہت کچھ تدارک ہو گیا  
 اسکے بعد سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تر وجہ سیاسیات مذہبی کی جانب ہو گئی۔

**جنگ عظیم اور اسکے مابعد**  
 اہل کوہ پانچراں اندرونی اسباب غلط پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں  
 جسکے باعث جنگ عظیم پیش آئی مگر بغاوت آسٹریا کے دوسرے قتل پر  
 جو ایک سردیہ کے باشندہ کے ہاتھ سے واقع ہوا تھا یہ جنگ شروع  
 ہوئی مگر ایک ہی ماہ کے اندر سردیہ کی طرف سے روس، انگلینڈ، فرانس اور آسٹریا  
 کی طرف سے جرمنی شریک جنگ ہو گئے اور اسکے بعد بلجیم کو بھی مجبوراً شریک جنگ ہونا پڑا  
 تقریباً تین ماہ کے بعد سیاست دانوں کو یہ صاف نظر آنے لگا کہ مغرب ترکی بھی مجبور  
 ہو جائیگا کہ کسی نہ کسی طرف سے شریک جنگ ہوا اور وہ غالباً اپنے مصالح پر نظر کر کے  
 جرمنی کا ساتھ دے۔ اس سے ایک طرف ہندوستان کے مسلمانوں کو سخت تشویش ہوئی کہ  
 کہیں ایسا نہ کہ مقامات مقدسہ حلقہ جنگ میں شامل کر لیے جائیں جسکے بعد علاوہ دوسرے  
 مصالح کے حج بھی نہ ہو سکیگا۔ دوسری طرف گورنمنٹ کو خیال ہوا کہ یقیناً اسکے بعد مشکلات  
 میں اضافہ ہوگا۔ لیکن حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اور اُنکے ساتھیوں کو اسکے علاوہ دوسری  
 اہم فکر تھی مولانا کو خیال تھا کہ کہیں ایسا نہ کہ ترکوں نے اور ممکن ہے کہ جرمنی کے ارباب  
 سیاست مسلمانوں کے گزشتہ ہمدردیوں سے یہ خیال نہ کیا ہو کہ اگر ترک برطانیہ کے خلاف  
 شریک جنگ ہو گئے تو غالباً ہندوستان کے مسلمان ہندوستان میں غدار کر دیں اور کم از کم  
 کم ہندوستان کے مسلمان کوئی امداد تو برطانیہ کی نہ کریں گے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ  
 خوب جانتے تھے کہ ایک طرف تو ہندوستان کا وفادار طبقہ جاہل مسلمانوں کو ہر طرح برطانیہ کی  
 امداد پر آمادہ کرے گا دوسری طرف ہونے اور چاندی کے دریاؤں کی روانی اور ظلم و جور کی  
 فراوانی کمزور مسلمانوں کو مجبور کر دیگی۔ مولانا اسی فکر میں تھے کہ حکام لکھنؤ کے اشارے سے

بعض فادار آمادہ ہوئے کہ ایک جلسہ کیا جائے جس میں گورنمنٹ کے ساتھ اظہار وفاداری اور جنگ  
 میں اعانت کا اطمینان لایا جائے۔ لکھنؤ کے تمام علما اور اعیان ملت اسپر راضی ہو گئے  
 مولانا کو کھنسنے بلا کر اس میں شرکت پر آمادہ کیا بہت رد و قدح کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ  
 اس جلسے میں تین شرطوں سے شرکت پر آمادہ ہوئے۔ اول گورنمنٹ کی جانب سے اعلان  
 کر دیا جائے کہ ہر صورت میں (جاسے کچھ بھی ہو) مقامات متبرکہ حلقہ جنگ سے باہر رہینگے  
 دوسرے اس جلسہ میں یہ رزلویشن منظور کیا جائے کہ ترکوں سے مسلمانان لکھنؤ استعفا  
 کرتے ہیں کہ وہ حق الامکان شریک جنگ نہ ہوں اور اگر انہوں نے شرکت جنگ طانیہ کے  
 خلاف کی تو مسلمان پریشان نہیں مبتلا ہو جائینگے اور ترکوں کی کوئی مدد نہ کر سکیں گے۔ تیسرے  
 یہ کہ رزلویشن پر کوئی تقریر نہ ہو بلکہ محرک اور موید رزلویشن پیش کر دیں اور اسپر رائے  
 کے لیے حکام نے اسکو منظور کیا اور گورنمنٹ نے مقامات مقدسہ کو جدہ کے بندرگاہ سمیت  
 حلقہ جنگ سے علیحدہ رہنے کا اعلان شائع کر دیا مگر دنیا جانتی ہے کہ اسپر کس قدر عمل کیا گیا اور  
 لائڈ جانج اور اسکوئٹ کی اقتدار پرستی کی خواہشوں نے کس قدر مسلمانوں کے دلوں کو چکنا چور  
 کر دیا۔ جلسہ ہوا حضرت استاذ نے خود بھی سلطان المعظم کو اسی مضمون کا تار دیا۔ مگر ترکوں نے  
 اپنے مصلح سے مجبور ہو کر ذی الحجہ ستمہ میں اعلان جنگ کر دیا اور جرمنی کے شریک ہو گئے  
 اب وفادار مسلمانوں نے ترکوں سے بیزاری کا اظہار شروع کر دیا اور اس امر کی کوشش  
 شروع ہوئی کہ علماء سے ترکوں کی مدد نہ کرنے کے متعلق فتاویٰ حاصل کیے جائیں۔  
 ایک صاحب حکام کی جانب سے اس خدمت پر مقرر ہوئے اور انہوں نے بعض علماء سے اسی مضمون کے  
 فتوے حاصل بھی کر لیے۔ مولانا کے پاس بھی ایک صاحب نے اور ایک خفیہ پولیس کے آدمی نے  
 اس استفتے کو جواب کیلئے بھیجا اور یہ بھی اسکے ساتھ لکھ بھیجا کہ یہ فتوے ادھر سے (حکام سے)  
 دستخط کیلئے آیا ہے مولانا ممدوح نے فتوے لکھنے سے انکار کر دیا اور حکم شرعی لکھ کر ان  
 صاحب کو بھیج دیا۔ یہ خط مع اسکے پورے جواب کے اخبار ہمدرد میں شائع بھی ہو گیا۔ اب حکام  
 سخت تشویش میں مبتلا ہو گئے۔ دوسری طرف بمائی محمد علی نے نہایت قابلہ مشہور مضمون  
 چارلس آف دی ٹرکس یعنی ترکوں کی پسند کا مڈ میں لکھا جس میں برطانیہ کی ترکوں کے خلاف

گزشتہ تمام افعال کو دکھا کر ثابت کیا گیا تھا کہ اسکے بعد ترکون کو سولے جرمنی کے ساتھ شرف مکہ کی کوئی چارہ کار ہی نہ تھا اس مضمون نے حکام کے خرمین صبر میں آگ لگا دی اور مولانا محمد علی شاکر علی دونوں نظر بند کر کے سٹیم میں لینڈ ڈون بھیج دیے گئے۔ اب مولانا نے کوشش شروع کی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہندوستان کے مسلمان ترکون کے خلاف کوئی امر نامشروع نہ کر گزریں۔ اسکے متعلق مضامین لکھے اور علمائے خط و کتابت کی یہ بھی کوشش کرتے رہے کہ علی برداران کی طرح نظر بندی سے رہا کر دیے جائیں۔

**شرف مکہ کی بغاوت** جنگ کو کچھ ہی زمانہ ہوا تھا کہ شریف مکہ نے ترکون سے علیحدگی کر کے اُسے مقابلہ کرنا شروع کر دیا۔ مولانا نے اپنی پوری کوشش اس امر کے متعلق صرف کی کہ کی طرح واقعات کی رد و ملت جائے۔ اور واقعہ یہ کہ مولانا کو باوجود ترکون کے ساتھ انتہائی ہمدردی کے شریف مکہ کے ساتھ اپنے انھاری ہونے کی وجہ سے انتہائی شغف محبت تھا۔ باوجود اسکے بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے کسی عمل سے بھی شریف حسین کی مدد نہیں کی اور ہمیشہ دشمنان اسلام کی مخالفت میں پوری توجہ و کوشش مبذول رکھی

**مجلس مؤید الاسلام کا وزیر ہند کے پاس وفد** اس تنا میں سابق وزیر ہند یعنی انگلینڈ کا ممبر اور نہایت عقلمند اور بیود یونکا ایک تہا شریف الخیال شخص مسٹر مانٹگو ہنڈستان کے تالیف قلوب کیلئے سفر کر کے نہایت خطرہ کی حالت میں ہندستان آیا اور اُسے ہندوستان کو اصلاحات ملکی کی ایک قسط دینا چاہی۔ اور اسکے متعلق تمام فرقوں اور قوموں سے خواہش کی گئی کہ وہ اپنے اپنے مطالبات وزیر ہند کے رد و پیش کو میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خیال ہو کہ اگر مسلمانوں کو قضاہ کے تقرر کے اختیارات اور دیگر ایسی سہولتیں حاصل ہو جائیں جن سے امور شرعیہ میں مسلمانوں کو آسانی ہو جاتی تو نہایت بہتر تھا مولانا نے مجلس مؤید الاسلام کی جانب سے تمام علمائے ہند کو دعوت دی کہ وہ لکھنؤ آکر اسپر غور کریں مگر بعض اہم امور پر مشورہ کرنے کیلئے مولانا محمد علی اور شاکر علی کے پاس بھیجا جو اب لینڈ ڈون سے چھند داڑھ ہاک متوسط میں تبدیل کر دیے گئے تھے۔ میں ہمیشہ بھر کے عرصہ میں



دومرتبہ مولانا محمد علی کے پاس چھندرا طہ گیا اور آیا۔ لکھنؤ میں علما اور اعیان ملک کا جلسہ منعقد ہوا اور گو بعض حضرات کو اسکے مقلین اختلاف ہوا مگر علما کی کثیر التعداد راپوش نے ایک فیضانِ تجوید ہوا جس میں خود باوجود اصرار مولانا شریک نہیں تھے مگر فرنگی محل سے مولانا عبد العزیز اور مولانا سلامت اللہ صاحب شریک ہوئے۔ اور مولانا دلایت حسین صاحب لہ آبادی۔ اور مولانا حامد رضا خان صاحب بریلوی اور مولانا عبد الماجد صاحب بدایونی اور مولانا آقا حسن صاحب مجتہد لکھنوی اور مولانا ثناء اللہ صاحب شریک ہوئے اور بمقام دہلی یہ وفد وزیر ہند کے روبرو باریاب ہوا اور اپنے مطالبات پیش کر دیے۔ ڈاکٹر ناظر الدین حسن صاحب بیرسٹر۔ (حال ناظر یا جنگ جحید رآباد ہائیکورٹ) اس وفد کے ترجمان تھے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف، ہائی محمد علی صاحب کی نظربندی کے بعد سے جب تک کہ حیدر آباد میں چلے گئے ہر امر میں مولانا کے مشیر کار تھے اور تمام امور میں حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ موصوف ہی کی راپوشی بھر دے کرتے تھے۔ علما کا یہ پہلا قدم تھا جو میدان سیاست میں انھوں نے رکھا تھا اور اب مولانا نے یہ ضرورت محسوس کی کہ ضرورت ہے کہ علما کو سیاسیات نہ ہی سے علیحدہ نہ رہنا چاہیے باہم مشورے ہوئے کہ ایک انجمن علما کی بنائی جائے۔ مگر ابھی یہ تحریک تکمیل کو نہ پہنچی تھی کہ مولانا کو دوسرے امور کی جانب متوجہ ہونا پڑا۔

علی برادران کی رہائی کی کوشش

عظیم المندگاندھی جی نے غامبر کیا کہ وہ تیار ہیں کہ علی برادران کو نظربندی سے رہائی کی کوشش کریں بشرطیکہ مسلمانوں میں سے چند ہستیاں بھی اسپر آمادہ ہوں اس وقت کے حالات کو دیکھتے ہوئے سوائے مسٹر شعیب قرشی اور دتین ان کے ساتھیوں کے کوئی انتہائی کوشش کرنے پر آمادہ نظر نہ آیا مسٹر شعیب قرشی نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا مولانا کو مناسب معلوم ہوا کہ بالمشافہ گاندھی جی سے اسپر گفتگو کریں خط و کتابت سے دہلی میں ملاقات کرنا تجویز ہوا۔ مولانا جھکو اور بعض خاص متبعین کو ساتھ لیکر ستمہ میں دہلی تشریف لے گئے۔ اور گاندھی جی سے گفتگو کے بعد مولانا نے خوب غمیں اپنے کو ادا ہو گون کو پیش کیا کہ یہ ہر طرح پر اس کوشش میں آپ کے ساتھ رہینگے گاندھی جی نے کہا کہ اولاً میں دہلی سے اس مسئلہ پر گفتگو کروں اگر

وہاں سے ماہوس کن جواب ملا تو پھر کوشش شروع کر دنگا۔ اسی دن گاندھی جی لاڑچمپور سے ملے جو شریف ہارڈنگ کے بعد ویرلے مقرر ہو کر آئے تھے۔ مسٹر مانا گیو بھی اس وقت تک دہلی میں مقیم تھے گاندھی جی نے واپس آ کر بیان کیا کہ ویرلے اس وقت بہت پریشان ہیں وزیر ہند انگلستان روانہ ہوئے ہیں جرمنی کا آخری حملہ شروع ہو گیا ہے جسے دول متحدہ میں سخت اضطراب بخین پی پیدا کر دی ہے ویرلے نے اطمینان کے بعد گفتگو کرنے کا وعدہ کیا ہے ہلوگ سب لکھنؤ واپس آئے۔ اسکے بعد قدرت کی نیرنگیوں سے جنگ عظیم کا جو نتیجہ ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔ فاتحین سے گفتگو صلح شروع کی گئی اور اسپین مجبور ترکی پر جبرِ ظلم و ستم کیا جاسکتا تھا وہ کیا گیا اور لائڈ جارج وزیر اعظم حکومت انگلینڈ نے ترکوں کو مذاہین جبر کوشش ہو سکتی تھی اسپین دیغ نہیں کیا۔ اب مسلمانان ہند کو یہ فکر ہوئی کہ ترکوں کو کی طرح بچا لیا جائے مسلمانوں میں بحث ہیجان پیدا ہو گیا جب غصوں نے دیکھا کہ شکست پانے والوں میں جرمنی اور آسٹریا سے بھی زائد لائڈ جارج کی نظر تو وہ بے بس ترکی کو مٹا دینے پر ہے۔

**مسلم لیگ میں شرکت** | مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے موید الاسلام کا ایک جلسہ ان حالات پر غور کرنے کیلئے لکھنؤ میں کرنا چاہا جس میں تمام لیڈران و علما کو بلائے کا قصد کیا مگر ڈاکٹر انصاری نے تجویز کی کہ مسلمانوں کی آواز اگر مسلم لیگ سے بلند ہو تو بہتر ہے اور اسپین علما بھی شرکت کریں۔ مولانا نے بھی اسکو منظور فرمایا اور علماء سے خط و کتابت فرما کر انکو مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس منعقدہ دسمبر ۱۹۱۸ بمقام دہلی میں شرکت پر آمادہ فرمایا جس زمانہ میں مسلم لیگ کا اجلاس منعقد ہوا تھا اسی زمانہ میں چاٹھامین علی بنگال کا نفرس منعقد ہونا تجویز ہوا اور اسکی صدارت کے لیے مولانا ہی کا اسم گرامی تجویز ہوا مولانا نے صدارت سے پیہم کا فرمایا مگر بالآخر ان کے لوگوں نے شدید اصرار پر مولانا نے یہ طے کیا کہ میں شرکت نہ کروں گا اور خطیہ صدارت کے بجائے میں تقریر کر دوں گا۔ تنظیم کا نفرس نے اسکو منظور کر لیا مولانا اپنے بھائی مولانا سلامت اللہ صاحب کو ہمراہ لیکر چائنگام روانہ ہوئے اور ہلوگ دہلی مسلم لیگ میں شرکت کیلئے گئے راستہ میں ایک دن بھائی محمد علی اور بھائی شوکت علی سے ملنے کیلئے رامپور میں ٹھہر کر دہلی پہنچے یہ دونوں بھائی گورنمنٹ کی اجازت سے اپنے بعض مالی معاملات طے

کر نے کیلئے رامپور بندرہ دن کے واسطے آئے ہوئے تھے۔ جب ہم دہلی پہنچے تو معلوم ہوا کہ مولانا ثناء اللہ صاحب مرستری اور بہادر و پنجاب دہلی کے علما حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے محنت نظر میں بلکہ مولانا ثناء اللہ صاحب نے مجھ سے خود کہا کہ ہمارے امام کمان میں جیتکے نہ آئینگے کچھ طے ہوگا۔ ڈاکٹر انصاری جو صدر استقبالیہ کمیٹی تھے انہوں نے بچے در بچے مولانا کو جانکام تارے مولانا جانکام سے چکر تیسرے دن دہلی پہنچے اور دوسرے دن پہلے پہل مع دیگر علما کے مسلم لیگ میں شرکت کی اور وہاں تقریر فرمائی جو شائع ہو چکی ہے۔

ابان سے پلٹ کر رامپور علی برادران سے ملنے تشریف لیگئے  
 اور اول اول علی بناب نواب صاحب رامپور بہادر بالقابہ سے  
 علی برادران کے صہرا اور علی بناب نواب صاحب کی خواہش پر  
 ملاقات فرمائی اور تقریباً دو ہفتہ کے بعد لکھنؤ تشریف لائے۔

فنت کی بنیاد  
 اب مولانا کو نامہ متر فکر کرنے کی تھی۔ مولانا اس خیال میں تھے کہ ایک مجلس قاع ملی کے نام سے اس مقصد کیلئے قائم کی جائے۔ مولانا

اسی فکر میں تھے کہ ممبئی کے چند اہل خیر سیٹھوں نے ایک انجمن بنام مجلس خلافت مقامی حیثیت سے قائم کی مولانا نے کوشش کی کہ یہ کیس طرح آل انڈیا تحریک ہو جائے گو صدر مقام ممبئی ہی مولانا نے لکھنؤ کے اہل اہل حضرات سے مشورہ کیا اور سب کی رائے یہ قائم ہوئی کہ ایک آل انڈیا مسلم کانفرنس لکھنؤ میں منعقد کی جائے اور انجمن اسپر غور کیا جائے۔ مولانا نے اس کے کثیر مصارف ہمانداری اپنے ذمہ لے لیں اور ایک استقبالیہ کمیٹی قائم کی گئی ہم سب اس کے ممبر ہوئے غرض کہ یہ جلسہ نہایت شان و شوکت سے سہ ماہ میں منعقد ہوا اور انجمن آل انڈیا خلافت کمیٹی کی قیام کی منظوری ہوئی اور صدر مقام ممبئی قرار پایا۔ اب مولانا نے یہ کوشش کی کہ سب سے پہلے لکھنؤ میں اسکی شاخ قائم ہو۔ بلا مبالغہ واقعہ ہے کہ روزانہ مولانا دو دو دو دو لکھنؤ کے ممتاز ارباب سیاست کے پاس اس غرض سے تشریف لجاتے اور اودھ خلافت کمیٹی کے قیام کی کوشش فرماتے مگر کوئی آمادہ نہ ہوتا۔ مولانا ظفر الملک صاحب مولانا کی اس کوشش میں پوری طرح مددگار تھے۔ آخر کار پڑی کوشش کے بعد خلافت کمیٹی قائم ہوئی جس کے واسطے

کوئی صدر نہ ملا اور سرکریٹری سید رشید الدین صاحب مودودی مقرر ہوئے۔ چند یوم کے بعد سید ممتاز حسین صاحب بیرسر نے صدارت منظور فرمائی اور اب خلافت کمیٹی کام کرنے لگی۔

اتحاد مسلم و ہند کی کوشش | اس عرصہ میں لائڈ جارج رجو سٹر اسکوتھ کی جگہ پر وزیر اعظم ہوئے تھے، اکی یہ کوشش ہوئی کہ سٹرمانٹیکو کی کوششوں کو

برباد کر دیا جائے اور گو بالکل جمل در بیکار ملکی اصلاحات کا ہندوستان میں اعلان کیا گیا مگر اسی کے ساتھ مشہور رولٹ ایکٹ بھی پاس کیا گیا جس سے بڑھکر کوئی براصلہ ہندوستانی اور کانین دیا جاسکتا تھا نتیجہ غائب تھا ہر جگہ اسکے خلاف جلسے اور مظاہرے ہوئے۔ لکھنؤ کے جلسے میں مولانا کی ایک پرچوش تقریر ہوئی۔ امرتسر کے جلیاؤں باغ میں جو جلسہ ہوا اس میں آزادی سے ڈاڑا اور ڈاڑا کپنی نے نئے اور بچہ نگر گولیوں کی بوجھا کر دی اور معلوم نہیں کس قدر ہندو مسلمان اس گھر کو ہر مقام پر ضائع ہوئے۔ میں تقریباً چھ ماہ بعد اس مقام کو دیکھنے گیا تھا جبکہ بارش بھی ہو چکی تھی مگر اسوقت تک خون کے دھبے میں نے اپنی آنکھ سے اس مقام پر دیکھے۔ اس وقت تک تمام پنجاب میں آگ لگا دی۔ گاندھی جی بیٹی سے دہلی شرکت جلسے کیلئے آ رہے تھے وہ گرفتار کر کے بمبئی واپس کیے گئے۔ اب تمام پنجاب میں بلوہ ہو گئے اور ڈاڑا نے جو اسوقت پنجاب کا حاکم اعلیٰ تھا بلکہ جو اسوقت دہلی کے کوٹنے اٹار دینے والا تھا اُس نے ان بلوہوں کو جس نظامانہ طرح پر دبانے کی کوشش کی اُس نے تمام ہندوستان میں آگ لگا دی۔ ہر جگہ پے در پے جلسے ہوئے اور اہل سرحد کی کوشش شروع ہوئی کہ ہندو مسلمانوں میں پہلے اتفاق قائم ہو جائے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس تحریک کے قائد اعظم تھے اجمیر شریف سے دہلی پر آکر وہ سے سب سے پہلے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے گاندھی جی کو تار دیا کہ میں گائے کی قربانی خود نہ کر دیکھا اور کوشش کر دیکھا کہ دوسرے مسلمان بھی نہ کریں اسکے بعد مولانا نے کوشش کی کہ کسی مقام پر سربراہ درودہ ہندو مسلمان حضرات کا جلسہ ہو اور کوئی اعلیٰ پر دگر ام طے کیا جائے۔ لاہور میں جلسہ ہوا اور مولانا باوجود رمضان شریف اور شدید لڑوہ دگر می کے اپنے متبعین کے ساتھ لاہور تشریف لے گئے اور دن رات کی کوششوں اور علمائے مسلسل مشہور دن کے بعد ایک پر دگر ام طے ہوا اسکے بعد مولانا لکھنؤ واپس ہوئے

## جمعیتہ العلماء کا قیام

اس سال کانگریس مسلم لیگ کے اجلاس امرتسر میں ہوئے تھے۔

مولانا نے تجویز کیا کہ خلافت کی کمیٹی کا بھی وہاں اجلاس ہو۔ اگر

ممکن ہو تو جمعیتہ العلماء بھی وہاں اول اول منعقد کیجائے۔ یہی خط و کتابت ہے۔ امور طے ہو گئے اور مولانا باوجود نہایت شدید ضرورتوں کے امرتسر تشریف لیگے۔ دوران ہفتہ کانگریس میں علی برادران رہا کر دیے گئے۔ اوردہ باوجود اپنی والدہ کی سخت علالت کے، اپور گئے پھر براہ رست امرتسر پہنچے۔ امرتسر میں پہونچکر مولانا نے ان علماء سے جو تمام ہندوستان سے جمع ہوئے تھے مشورہ کیا اور پہلے پہل علماء کی سیاسی انجمن جمعیتہ العلماء قائم ہوئی۔ علی برادران جب رہا ہو کر گئے تو مولانا کو باصرہ ساتھ لیکر وہ کانگریس کے اجلاس میں شریک ہوئے امرتسر میں مولانا نے خلافت کانفرنس کا نیم باضابطہ اجلاس منعقد کرانے کی کوشش کی اور مولانا شکرستے کی صدارت میں خلافت کانفرنس ہوئی۔ امرتسر کے اسلامی جلسوں میں یہ مسئلہ قرار پائی کہ ایک ذمہ معاملات ترکی پر وزارت برطانیہ سے گفتگو کرنے کیلئے مولانا محمد علی کی سرکردگی میں انگلینڈ جائے۔ تجویز یہ تھی کہ سردست مولانا محمد علی اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ اور مسٹر حسین صاحب انگلینڈ جائیں۔ مولانا فرمایا کہ میں اپنی جگہ پر مولانا سلیمان صاحب کی بھیجا جاتا ہوں اسلئے کہ مولانا کے بجائے مولانا سلیمان صاحب نے وی اس کے باضابطہ ممبر منتخب ہوئے قبل اسکے کہ یہ دند جائے یہ طے ہوا کہ اپنے مطالبہ کو دایسر لے ہند کے رد برد پہلے پیش کرنا زیادہ ضروری ہے۔ اگر یہاں سے کوئی امید افزا جواب ملے تو دند انگلینڈ جائے۔ ہندوستان کے ہندو اور مسلمانوں کا ایک متفقہ دند جس میں بڑے بڑے سربراہ ذرہ حضرات شریک تھے دایسر لے کے رد برد جو ذریعہ رابع الثانی صحت میں پیش ہوا۔ حضرت اساذ رحمۃ اللہ علیہ بھی اس دند میں شریک تھے۔ مولانا امرتسر سے واپسی کے بعد وطن آکر ایک شدید ضرورت سے کاٹھیاوار تشریف لیگے تھے وہاں ایک ہی دن قیام کیا تھا کہ دفعۃ علی برادران کا تار پہونچا کہ غالباً ۲۳ جنوری کو دند دہلی میں دایسر لے سے ملیگا۔ آپ فوراً واپس آئے مولانا ۵۰۰ میل کا سفر کر کے اسی دن پہونچے تھے اور بہت خستہ ہو گئے تھے۔ مگر دوسرے تا کیدی تار کے پہونچنے پر فوراً واپس ہوئے۔ اور دہلی پہونچکر بقیہ وقت مشورہ و نمین صرف فرمایا اور اسکے دوسرے دن دند میں شریک ہوئے

جواب حسب معمول سیاسی تھا۔ اسکے بعد ہمیں ملے ہوا کہ وفد فردی میں لندن جائے۔ اور  
 سیٹھ عبداللہ مارون نے دس ہزار روپیہ اسکے اخراجات کیلئے بھی دیا۔ مولانا وطن واپس  
 آئے اور چندے کی فراہمی میں مصروف ہوئے۔ جنوری کی آخر تاریخ میں مولانا محمد علی اور  
 شرکت علی لکھنؤ آئے اور انکا پرچوش استقبال کیا گیا۔ تمام رستوں کو بھنڈیوں سے آراستہ  
 کیا گیا تھا۔ اور کثیر مجمع نے انکی گاڑی سے گھوٹے کھول کر خود گاڑی لکھنؤ چاہے جسٹیل مولانا کے قیام گاہ  
 مجلس میں فروکش ہوئے۔ وہاں مدرسہ عالیہ نظامیہ کی جانب سے مولانا کی سندین علی بردارن  
 کو سہ ماہی دی گئیں۔ اور طلبائے مدرسہ کی جانب سے ادریس دیا گیا۔ شب کو بہ تکلف دعوت  
 کی گئی جسکے کارڈ پہلے سے جناب قطب میا صاحب کے نام سے معززین شہر کو تقسیم ہو چکے تھے  
 اور جسکو مدعو شدہ حضرات میں سے ایک فادر سرکار نے شفقت و فاداری میں ڈپٹی کمشنر تک  
 بھی اپنی حق کارگزاری ثابت کرنے کیلئے پہنچا دیا تھا۔ دوسرے دن حضرت استاذ معالی  
 بردارن کے بیٹی روانہ ہوئے اور وفد کو رخصت فرما کر خود مولانا شرکت کے ساتھ پورے سفر  
 کا دورہ فرمایا اور اسکے بعد ہی بیٹی واپس تھیں بیٹی میں خلافت کا نفرنس منعقد کی گئی۔ اُس میں  
 حضرت شرکت فرمائی میں بھی اس کا نفرنس میں شرکت تھا۔ بیٹی میں اُس وقت تک قیام کیا  
 جب تک کہ شیخ مشیر حسین صاحب قبہ والی انگلینڈ سے واپس آئے۔ مارچ کے شروع میں انکو  
 ہمراہ لیکر واپس وطن ہوئے۔ اور ایک ہفتہ کے اندر بنگال خلافت کا نفرنس کی شرکت کرنے  
 مع شیخ مشیر حسین صاحب کے روانہ ہوئے۔ یہ جلسہ ٹاؤن ہال کلکتہ میں منعقد ہوا تھا۔ وہاں مجمع لانا  
 نے وہ بصیرت فرد و تقریر فرمائی جسکی کوئی نظیر مشکل سے ملے گی۔ اسی جلسہ میں مسٹر ابوالقاسم  
 اور مسٹر فضل حق نے قانونی کونسلو سے استعفیٰ لکھ کر صدر جلسہ مولانا ابوالکلام آزاد مدظلہ کے  
 حوالہ کر دیے۔ مولانا وطن واپس ہوئے اور اس عرصہ میں خفیہ اور علانیہ برابر کاموں میں مصروف  
 رہے۔ ایک فتوے تیار کر آیا اور اسپرکام علمائے ہند سے دستخط کر کے جلد تر شائع کر دیا۔ اس  
 عرصہ میں مولانا کے عزیز ترین رشتہ کے بھتیجے مولوی نصیر الدین بی۔ اسے تپن میں مبتلا ہوئے  
 اگست کے ختم پر انکا انتقال ہو گیا۔ اور دفعۃً مولانا کی عزیز ترین بیٹی یعنی جناب قطب میا  
 صاحب کی بیوی بیمار ہوئیں اور آٹھ دن کے اندر دو خرد سال بچے چھوڑ کر وفات پا گئیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔ صاحبزادی کے انتقال کے تیسرے ہی دن میرے بھائی مولوی  
 سلامت اللہ صاحب کو کلکتہ اسپتال کا انگریز مین شریک کیلئے بھیجا اور جبے ہان نان کا پریشن  
 پروگرام ملے ہو گیا تو مولانا نے خود بذات خاص اور تمام اعزاء قربائے خاص نے بدیلی شیار  
 کے استعمال کا پوری طرح بائیکاٹ کر دیا اور اپنے تمام بدیلی کپڑے فرش پر بے کاف تو شک  
 تولیہ رومال اور دوسرے لوگوں کے کپڑے سب اکٹھا کر کے مدینہ شریف بھجوا دیے۔ اسکے بعد سے  
 مولانا نے اپنی پوری کوشش اور جدوجہد خلافت کمیٹی کے پروگرام کو کامیاب بنانے میں صرف کی  
 اور اس سلسلہ میں ہندوستان کے بڑے بڑے مقامات میں یا تو خود تشریف لیگے یا اپنی بیویوں  
 اور بیٹوں میں سے کسی کو بھیجا تقریباً ہر دوسرے مہینہ شوئے کیلئے ممبئی تشریف لیجاتے اور علماء ائمہ  
 اسلامی لیڈران کی دے دے درے درے سخن ہر طرح کی امداد فرماتے۔ اس تحریک کے سلسلہ میں  
 مولانا نے ذاتی طور پر جو خرچ کیا ہے اسکی مقدار کسی طمع چالیں پچاس ہزار روپیہ  
 کم ہوگی اور باوجود سفر و تنکے کثیر اخراجات کے کبھی بھی اپنے یا اپنے متعلقین کے اس تحریک کے  
 متعلق اخراجات کا (ایک پیسہ کا بھی) بار خلافت کمیٹی پر نہیں ڈالا۔ تقریباً سات ہزار روپیہ  
 ایک ضروری کام کیلئے خلافت کمیٹی نے بذریعہ مولانا کے خرچ کر کے مولانا کے نام تحریر کیے  
 تھے۔ مولانا نے (باوجودیکہ مولانا ان اخراجات میں صرف غیر محض تھے) اپنے پاس سے اس  
 روپیہ کو بلکہ اسکا المضاعف خلافت کمیٹی کو ادا فرمادیا۔ انکو رہ فنڈ اور پیارہ فنڈ میں تو مولانا  
 ہی نے سب کے پہلے ایک ہزار روپیہ اپنے پاس سے اور تین ہزار روپیہ اپنے چار مخلص احباب سے  
 جمع کر کے خلافت فنڈ میں جمع کیے۔ غرض کہ اس تحریک میں اول سے لیکر آخر تک جس جس  
 طرح مولانا نے امداد کی ہو غالباً اسکی نظیر بڑے بڑے کارکنان خلافت میں بھی نہ مل سکی  
 مولانا نے اپنی عمر کے پورے دس برس یعنی ستر سالہ سے لیکر ستر سالہ تک خدام کعبہ اور  
 جمعیتہ علماء اور خلافت کمیٹی ہی کے کاموں میں پوری جدوجہد میں بسر کیے ہیں۔ ان کاموں کی  
 اصلی قدر و قیمت جب ہی اندازہ ہو سکتی ہے جب مولانا کی یادداشتوں اور خط و کتابت کو  
 (جو آٹھ ضخیم جلدوں میں محفوظ ہے) شائع کر دیا جائے۔ جسکے بعد بہت سی اُن باتوں پر سے بھی  
 پردہ اٹھ جائیگا جن پر اب تک پردہ پڑا ہے۔ بہر حال کچھ تفصیل مجلس اشاعت العلوم کی شائع کردہ

سوانح عمری سے بھی معلوم ہو جائیگی۔ یہ امر خاص کر قابلِ اظہار ہے کہ یہ تو ان تحریکوں کے قائمین میں سے بہت کم دعوئے ہو کہ وہ ان تحریکوں کے موجد اور موسس اور قائد اعظم بھی تھے مگر اخبار پڑھنے والوں اور اندرونی حالات کے جاننے والوں کو تو یقیناً معلوم ہو گا کہ جمعیتہ المخلافہ اور خدام کعبہ کے موسس اور موجدین کے صف اول میں اگر کوئی شخصیت سرے سے زائد نمایاں تھی تو وہ مولانا عبدالباری تھی۔ اور ان تحریکات کو خالص مذہبی تحریکات بنادینا تو مولانا اور صرف مولانا عبدالباری ہی کا کارنامہ تھا۔

۳۳ء تک مولانا خلافت کمیٹی کے کاموں میں دیکھی جاتے رہے مگر اس سال کے خدامِ الحرمین | دورانِ میں جب ابن سعود دہلی تہجد نے شریف حسین پر حملہ کیا اور خلافت کمیٹی نے ظاہر و باطناً شریف حسین کی مخالفت اور ابن سعود کی موافقت شروع کی تو مولانا کو خلافت کمیٹی کی پالیسی سے اختلاف پیدا ہوا۔ مولانا خود بھی متعدد بار شریف لیکے اور کوشش کی کہ کیسے طرح امکانِ خلافت کو اس مضر پالیسی سے باز رکھیں۔ اس کے متعلق مولانا نے خط و کتابت بھی کی اور پوری جدوجہد یا بھی سمجھوتہ کی کی لیکن انیس کے مولانا کی کوششیں کامیاب نہ ہو سکیں۔ یہاں تک کہ مسئلہ میں جب ابن سعود کے افعالِ شیعہ کی تصدیق ہو گئی تو مولانا کے خیالات میں خلافت کمیٹی کی جانب سے بذاتی کامل ہو گئی۔ مگر اس وقت تک بھی مولانا صبر و سکون کے ساتھ اصلاح کی کوشش کرتے رہے۔ جب مسئلہ کے شروع میں ردِ ضحہ اطہر پر ابن سعود کی گولہ باری کی خبر آئی تو مولانا اس خبر کو سنکر سچے مسلمان کی طرح اس پر تحمل نہ کر سکے اور اس کے خلاف تیسرے ہی دن ایک عظیم الشان جلسہ احتجاجی مولانا نے منعقد کیا اور اس کے بعد مولانا نے تمام ہندوستان کے سربراہانِ آئین و حضرات کو اس سانحہ ہوشربا پر توجہ دلائی اور ربیع الاول مسئلہ میں مولانا کی کوششوں سے ایک حجاز کا نفرنس بمقام لکھنؤ منعقد ہوئی جس کی ممانداری کے تمام اخراجات جناب امیر صاحبِ سلیم پور نے برداشت فرمائے یہ کانفرنس شروع ربیع الاول میں فہام عام میں مولانا حضرت مولانا کی صدارت میں منعقد ہوئی اور اس میں خدامِ الحرمین کی بنیاد پڑی۔ مولانا اس انجمن کے خدامِ اخص (صدر) اور شیخِ مشیر حسین صاحب اور انیسبل راجہ نواب علیخان اس کے مقدمہ مقرر ہوئے مولانا آخر حیات تک اس کا کام نہایت



انہا کے انجام دیتے ہے تا آنکہ چار ماہ کے بعد جب میں مولانا کا وصال ہو گیا۔ جس دن مولانا پر فلج کا حملہ ہوا اُس دن صبح ۸ بجے سے ۱۲ بجے تک مجلس خدام اکرمین کے جلسہ میں صدارت فرماتے ہے اور پورا دستور العمل مولانا کی صدارت میں پاس ہوا۔ اسکے بعد مولانا کے نامور جانشین قطب میا نصاحب اسکے صدر منتخب ہوئے اور دوسرے سال آنریبل سر ہمارا صاحب صاحب بہادر محمود آباد کی کوششوں سے دوسری حجاز کانفرنس لکھنؤ میں سیٹھ صاحب بھائی برودہ والہ شریف بھٹی کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ مجلس خدام اکرمین اب تک بدستور قائم ہے۔ مولانا کے سیاست مذہبی کی زندگی کا یہ مختصر بیان ہے اور تحصیل علم سے فراغت اور سفر حج کی دہائی کے بعد یعنی ۱۳۳۵ھ کے شروع سے مولانا کو مسئلہ تک ۲۱ برس ملے جس میں نصف حصہ علم کی خدمات اور نصف حصہ سیاسیات مذہبی میں مولانا نے گزارا اور حق یہ ہے کہ ان دونوں امور میں جو کارہائے نمایاں مولانا نے کیے ہیں انکی نظیر مجموعی طور سے استاد الہند سے لیکر اس وقت تک علمائے فرنگی محل میں کوئی دوسری نہیں پائی جاتی اور جو انکو اقتدار دلانے پر یورپ اور ایشیا اور افریقہ کے اسلامی حلقوں بلکہ غیر مسلم حلقوں میں بھی حاصل کر لیا تھا وہ ان کے اسلاف میں سے کسی کے حصہ میں نہیں آیا۔

## مولانا کے ذاتی اوصاف

مولانا کو انکے والد نے ابتدائے سن ہی سے گھر کے انتظامات آمدنی و اخراجات کا **انتظام** سونپ کر دیے تھے۔ اور مولانا اس خدمت کو نہایت انتظام سے انجام دیتے تھے۔ اسوجہ سے مولانا کے بڑے بھائی مولانا سے مزاحاً فرمایا کرتے تھے کہ تم کبجوس الملک ہو۔ مگر مولانا اسکی پرواہ نہیں فرماتے تھے اور ہمیشہ نہایت انتظام کے ساتھ بسر کرتے تھے۔ والد ماجد و دشمن بھائی کے انتقال کے بعد اب تمام انتظامات کا بار براہ راست مولانا پر آگیا تھا۔ مولانا نے اپنے سابق تجربہ سے فائدہ اٹھا کر نہایت خوبی سے خانہ داری کے ایسے انتظامات کر دیے کہ سال کے شروع ہی میں اپنی ہمشیرہ کو (جو امور خانہ داری کی منتظم تھیں) سال بھر کے اخراجات عطا فرما دیتے اور اسکے بعد جو رقم بچتی اُس میں اعزاس درمخافل میلاد و فریضے کی امور خیر کا انتظام فرماتے۔ اور اس طرح پر نہایت خوبی سے تمام امور کا انصرام ہوتا رہتا تھا۔



اور مولانا کے موٹر ڈرائیور میان ارتھ ساتھ تھے۔ میان ارتھ تھرڈ کلاس سے کلیان اسٹیشن پر اتر کر  
 بیٹھنے لگے اس خیال سے کہ گاڑی کی روانگی کے وقت سکند کلاس میں ہمراہ ہو جائیگا تاکہ جماعت  
 میں شریک سکون اتفاق سے گاڑی چلی اور وہ گھبرا کر جلدی میں تھرڈ کلاس میں بیٹھ گئے سکند  
 کلاس تک نہ جاسکے۔ اب وقت گزرنے لگا اور گاڑی کی سیطر چٹھری ہی نہیں تھی اور مولانا کی  
 تکلیف بڑھتی جاتی تھی یہاں تک کہ آخر وقت محبوبی نماز ادا فرمائی اور اُس کے بعد زار و قطار  
 روتے رہتے اور مولوی لطاف الرحمن سے مخاطب ہو کر بار بار فرماتے تھے کہ میرا بیٹا کا یہ سفر  
 ضائع ہو گیا۔ اس سفر میں اسکا اثر برابر ہر عبادت میں فرائض اور واجبات ایک طرف سے لانا  
 نوافل اور مستحبات کو بھی ترک نہیں فرماتے تھے۔ سنن راتبہ کے علاوہ ہمیشہ سنت عصر اور قبل  
 حشا کی چار سنتوں پر مداومت فرماتے۔ بعد سنت فجر دہنی کر دیتے کہ ایک سو بیس سبحان  
 و بحمد سبحان اللہ العظیم و بحمد استغفر اللہ العظیم من کل ذنب خطیئۃ و اتوب الیہ ہمیشہ پڑھتے تھے  
 اور بعد نماز فجر کسی سے بات نہ فرماتے اور غالباً لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الملک لہ  
 الحمد ہوئے کل شے قدیر کی تسبیح پڑھتے۔ بعد طلوع آفتاب شران کی نماز پڑھ کر حکم فرماتے  
 شب کو عبادات معمولہ کرتے البتہ اشتغال اور اداہل تصوف شاذ و نادر کرتے۔ رمضان شریف  
 میں بہت کم (دو تین گھنٹہ سے زائد نہیں) آرام فرماتے اور شب روز میں ایک دن رکھی دو  
 قرآن شریف ختم فرماتے۔ رمضان میں عصر کے بعد بھی مغرب تک تکلم نہیں فرماتے اور اوراد  
 خاندانی پڑھتے رہتے۔ رونے بھی سوئے حالت شدت مرض کے کبھی قضا نہیں ہوئے  
 روزہ میں مولانا کو بہت زائد مشقت ہوتی تھی۔ اکثر بخار آجاتا مگر اُس حالت میں روزے  
 قضا نہیں ہوئے۔ ایک مرتبہ شدت گرمی کے روزوں میں ملحق سے خون آگیا جو تین چار دن  
 تک ہمارا وجود ہلکا گوشت ہمارے رونے ترک نہیں فرمائے۔ نوافل میں نوین ذی الحجہ اور  
 محرم کے دو روزوں کے پابند تھے اور دویوم شعبان میں بھی اکثر رونے رکھتے۔ ان کے علاوہ  
 روزہ نوافل میں نے رکھتے ہوئے نہیں دیکھے۔ حالت شدت بیماری میں بھی وضو ہی سے  
 نماز ادا فرماتے۔ ہر وقت باد وضو رہتے۔

حسن صورت | مولانا کی شکل و صورت کو قدرتی نہایت حسین بنایا تھا۔ مولانا حسن جمال میں

اپنے خالہ زاد بھائی فخر المتاخرین امام العلماء استاذ الاساتذہ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کے نظریے اور اسم باری کے مظهر کامل تھے۔ جو لوگ آپ کو ایک مرتبہ دیکھتے حسن صورت ہی دیکھ کر آپ کے گرد ویدہ ہو جاتے۔ قدمیانہ نائل بہ پستی تھا رنگ مبارک ہلکے گلاب کے رنگ کے مطابق تھا تمام اعضا کسرتی اور نہایت سڈھل تھے (مولانا نے کسرت اور ورزش مدت العمر ترک نہیں فرمائی) چلنے میں آگے کی جانب خفیف سا جھک کر نہایت تیزی سے چلنے کے بعض وقت ساتھ چلنے والوں کی سانس تیزی سے چلنے کی وجہ سے پھول جاتی اور سنبھلے رہ جاتے اور مولانا اپنی مہموبی چال سے چلنے ہوتے۔

حسن صورت کے باوجود مولانا اس قدر جامہ زیب تھے کہ جو کبرابھی (بڑے سے بڑا بھی) جامہ زیبی پہنتے تو یہ معلوم ہوتا کہ یہ کبرابھی مولانا ہی کے واسطے وضع ہو رہے۔ خاص کر جب کبھی مولانا سیاہ لٹ پٹی دستار باندھ لیتے تو یہ معلوم ہوتا کہ خداوند تعالیٰ کا نور چہرہ اقدس پر برابر برسر رہا ہے۔ مولانا عموماً دو پلوی ڈوپی پہنتے کبھی کبھی ترکی ڈوپی حارون میں پہنتے۔ والد ماجد کی حیات تک شیردانہ بان پہنتے تھے۔ اسکے بعد ایک ماہ تک لمبا کرتہ پہنتے۔ بے پیر اکثر انگرکھا پہنتے۔ جاؤ دینیں اور کبھی اور پوری آستین کا شلو کہ پہنتے۔ جمعہ اور عیدین میں جامہ اور جاؤ دینیں عبا پہنتے اور ایک دوپٹہ حائل کر کے کا ندھ پر ڈال لیتے۔

فیت مولانا ضیافت کرنے کے اس قدر شائق تھے کہ ہر مہینہ میں دو ایک لاکھ تقریباً ضیافت مہمانان کسی نہ کسی ضیافت فرماتے اور انہیں نہایت تکلف فرماتے۔ تحریک خلافت کے زمانہ میں گاندھی جی اور علی برادران اور دوسرے تمام ہندوستانی لیڈر مولانا کے مہمان ہوتے اور مولانا ان سب کی نہایت فراخ حوصلگی سے مہمانداری فرماتے۔ ندوۃ العلماء اور خلافت کے جلسوں کے موقع پر بارہا مولانا نے عام اراکین جلسہ کی دعوتیں بڑے بڑے پیمانہ پر کیں۔ ایک مرتبہ آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس کے موقع پر مولانا نے تمام ہندو مسلمان اراکین کی نہایت پر تکلف دعوت کی جس میں پنڈت موتی لال مسرنا سیکرٹری اور لالہ لاجپت رائے اور دیگر سکھ اور ہندو لیڈران نے بھی شرکت کی۔ مولانا محمود الحسن کی رہائی کے بعد وہی مولانا نے انکی اور دیگر علمائے دیوبند کی نہایت بڑے پیمانہ پر تین یوم

تک مہمانداری فرمائی۔ ایک مرتبہ مولانا حافظ احمد مستم دارالعلوم دیوبند کی بھی اس کے لکھنؤ آنے پر نہایت شاندار دعوت کی تھی۔ غرض کہ مولانا ضیافت اور مہمانداری کرنے کے بڑے شائق تھے اور نہایت سیر حشمتی اور طبی فیاضی سے اس کو انجام دیتے تھے۔

مولانا صغریٰ ہی سے نہایت بہادر اور شجاع طبیعت رکھتے تھے۔ اکثر فرماتے **شجاعت طبعی** تھے کہ میں بچپن میں ہی بھوت پریت اور ملا یعنی امور سے کبھی بھی نہیں

ڈرتا تھا۔ بڑے ہو کر مولانا کی شجاعت طبعی میں ترقی ہو گئی اور پہلو گو نہیں سے کسی کو یا دشمن سے کہ مولانا کسی امر یا کسی شخص سے یا کسی واقعے سے خوف نہ وہ ہوں۔ مرض الموت میں باوجودیکہ غالباً خود بھی مولانا کو موت کا یقین تھا مگر آخر وقت تک یہ معلوم ہوتا تھا کہ

مولانا کا دل رحمت کی امید سے لبریز ہے اور نہ سلپنے چھوٹے بچہ کے یتیم ہونے نہ اپنے جانسین کی ارم موجودگی اور اس سے بات نہ کر سکنے کا کوئی غم مولانا کے چہرہ سے معلوم ہوتا

اور نہ بیماری کی سخت ذلت و تکلیف کا کوئی اثر چہرہ پر ظاہر ہوتا چہرہ پر بدستور سمیت جلال موجود تھا۔ مولانا مدت العمر کسی بڑی سے بڑی ہمتی سے مرغوب نہیں ہوا و کلمہ حق کہنے میں کسی کی جاہ سے مولانا متاثر نہیں ہوا

مولانا کی تقریباً اٹھارہ ادا دین ہوئیں اور سب مردہ یا پیدائش کے بعد گئیں **تحمل و صبر** صرف دو صاحبزادیان اور آخر عمر میں ایک صاحبزادہ محمد جمال الدین عبدالوہاب علیہ

باقی رہے تھے۔ بڑی صاحبزادی کا ۲۱ سال کی عمر میں مولانا کے سامنے انتقال ہو گیا تھا۔ مولانا نزع کے وقت سے لیکر آخر وقت تک صاحبزادی کے سرہانے بیٹھے ہوئے تلقین اسم جل علی کرتے رہے۔ اور چہرہ پر گو خون و ملال کے آثار موجود تھے مگر ایک آنسو بھی گرنے نہیں پایا۔ محلہ کے

تمام اعزاء دیکھتے مگر مولانا اس وقت اور اس کے بعد بھی کوہ و قار بنے ہوئے لوگوں کو کلمات تسکین سے تشفی دینے کی کوشش کرتے رہے۔ دفن کے بعد برابر قرآن پاک کی تلاوت ہی فرماتے

مولانا میں یہ دونوں صفات علی وجہ الکمال پائے جاتے تھے۔ غصہ بھی بوجہ ہوس **حلم و غضب** مزاج ہو نیکی بہت نہ اند اور بعض اوقات حد اعتدال سے زائد ہو جاتا تھا۔

اُسی کے مقابل علم بھی کبھی حد اعتدال سے گزر جاتا تھا۔ مولانا جب چار پانچ بار حلم فرماتے تو ایک مرتبہ غصہ فرماتے۔ اپنے کپڑوں کو بار بار خود چوری ہوتے بلکہ ساق کو پہننے ہوئے

ملاحظہ فرماتے مگر کچھ تنبیہ نہ فرماتے۔

مولانا کے چہرہ اقدس پر جلال و ہیبت خداوندی کا کمال نمودار تھا۔

## وقار و ہیبت

مولانا کے بہت بے تکلف احباب بھی مولانا سے اسقدر ہیبت زدہ رہتے جس طرح دوسرے لوگ۔ کسی بڑے سے بڑے شخصیت کی مجال نہ تھی کہ مولانا کے آگے میاں ہو جاتا۔ مولانا خلوت و جلوت میں یکساں باوقار و باہیبت ہوتے۔

مولانا نے کلمہ حق فرماتے میں بادشاہ سے لیکر ایک معمولی آدمی اور گاندھی جی

## اظہار حق

لیکر ایک معمولی کارکن تک کی پودائیں کی۔ اور عام جلسوں اور پرائیویٹ

ملاقاتوں میں حکام وقت اور امر اور دُعا سے کبھی بھی اظہار حق میں متاثر نہیں ہوئے۔ میں یہاں پر دو واقعے تحریر کرتا ہوں۔ (اول) دارالعلوم ندوۃ العلماء کا سنگ بنیاد رکھا جانوالا تھا۔

مولانا بھی سنگ بنیاد کے جلسے میں تشریف لے گئے۔ ہیوٹ صاحب جو اس وقت فٹنٹ گورنر تھے سنگ بنیاد رکھنے والے تھے وہ آکر ایک کرسی پر جو بلندی پر رکھی گئی تھی بیٹھ گئے۔

جلسہ کا افتتاح تلاوت کلام مجید سے کیا گیا۔ قرآن پڑھنے والے طالب علموں نے نیچے کھڑے ہو کر قرآن شریف پڑھنا شروع کیا سب لوگ بیٹھے تھے۔ مولانا اس منظر کو برداشت

نہ کر سکے فوراً کھڑے ہو گئے۔ اور بلند آواز سے ایک شخص سے کہا کہ کرسی لاکر دکھ دو اس پر کھڑے ہو کر قرآن شریف پڑھا جائے۔ ہیوٹ صاحب نے کسی سے دریافت کیا کہ مولانا کیا کہہ

ہے ہیں۔ اُن صاحب نے دعویٰ کیا کہ ہیوٹ صاحب نے فوراً کرسی منگو کر میز پر بچھوا دی اور طالب علم کو اس پر بٹھا کر قرآن شریف پڑھنے کیلئے کہا۔ (دوم) رفاہ عام میں جنگ بلقان کے

سلسلہ میں ہلال عمر کا جلسہ کیا گیا تھا اور اعلیٰ حضرت نواب صاحب امپور بالقابہ اس کے صدر تھے۔ کئی شہزادہ دیگر حکام بھی اس جلسہ میں شریک تھے۔ چونکہ اسی کے ساتھ آٹھ یوم قبل شریف اردو

پر دہلی میں بھبھکا گیا تھا اور دیر سے سخت زخمی ہوئے تھے اسلئے تجویز کیا گیا کہ پہلے دیر سے کیسا تھ ہمدردی کا رزویشن اس جلسہ میں منظور کرایا جائے۔ چنانچہ یہ رزویشن پیش

ہو کر جب حسب معمول پاس ہونے لگا تو دُعا کے لکھنؤ کے مشورہ سے نواب صاحب بالقابہ نے سب لوگوں سے کہا کہ اس رزویشن کو اٹھ کر پاس کیجیے۔ سب لوگ کھڑے ہو گئے مگر مولانا

اپنی کسی پر جو صدر کی کسی کے بالکل قریب تھے بیٹھے تھے سربراہ صاحب مرحوم جہانگیر آباد نے یہ سمجھ کر کہ مولانا شاید سمجھے نہیں پکار کر کہا کہ مولانا آپ بھی کھڑے ہو جائیں۔ مولانا نہایت برہم ہو چکے تھے۔ بلند آواز سے فرمایا کہ میں ایک کافر کی ہمدردی کیلئے بحیثیت عالم کھڑا ہو کر مسلمانوں کو ذلیل نہ کروں گا۔ اسکے بعد آنحضرتؐ کو صاحب بالقابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں ہرگز کسی کافر کی تعظیم غائبانہ کیلئے نہ کھڑا ہوں گا۔ البتہ چونکہ آپ بادشاہ اسلام ہیں آپ کے حکم کی تعمیل میں کھڑا ہوں جاتا ہوں اور اسکے بعد کھڑے ہو کر فوراً بیٹھ گئے۔ اس قسم کے متعدد واقعات میری یاد میں ہیں جنکو طوائف کے خیال سے ترک کرتا ہوں۔

**مولانا کے سفر** مولانا نے تحریک خلافت کے سلسلہ میں بنگال سندھ بمبئی پنجاب وغیرہ کے بار بار سفر فرمائے۔ امدد دہلی اور بمبئی کم از کم چالیس پچاس مرتبہ تشریف لیگے ہوئے۔ بیرون ہند مولانا نے تین مرتبہ سفر کیا۔ اول مرتبہ کسبی میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ ۱۳۱۷ھ میں حجاز تشریف لیگے دوبارہ ۱۳۲۱ھ میں بصرہ بغداد شریف اور کافلین کی زیارتوں سے شرف ہو کر ذی الحجہ میں مکہ شریف پہنچے اس سفر میں مولانا کی والدہ اور بڑے بھائی صاحب در تمام اہل و عیال ہمراہ تھے۔ بعد حج چھ سات ماہ مدینہ منورہ میں قیام کیا اور رمضان ۱۳۲۱ھ میں وطن واپس ہوئے چونکہ بڑے بھائی صاحب ضعف مددہ و اس سال میں مبتلا ہو کر واپس ہوئے تھے۔ اس سلسلہ میں وطن کی واپسی پر بقیہ تک نہ شریف میں مقیم رہے یہاں تک کہ ۹ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ کو آپ کے بھائی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ تیسری مرتبہ ۱۳۲۳ھ میں دوبارہ حجاز گئے اور بعد حج مدینہ شریف حاضر ہوئے۔ اور وہاں سے براہ ریل بیت المقدس بلدۃ الخلیل دمشق بیروت اسکندریہ قاہرہ ہوتے ہوئے ربیع الاول ۱۳۲۳ھ میں وطن واپس ہوئے۔ حیدر آباد میں چونکہ آپ کے پرانا ملک العلماء حیدر کے وقت سے آپ کے تمام نانہالی اعزاء (ماموں اور نانا) کا قیام تھا۔ نیز مولانا کے جد امجد اور والد ماجد کے اکثر متوسلین وہاں مقیم تھے اسلئے مولانا اکثر حیدر آباد بلسلہ تقاریب شریف لیجاتے۔ بزرگوں کے اعزاء میں شرکت کی غرض سے ایک ایک مرتبہ پاک پٹن شریف اور کلیر شریف اور دہلی کا سفر فرمایا تھا۔ تقریباً ہر سال (الامام شاد اللہ) ردولی شریف حاضر ہوتے

ابتدا میں اور آخر کے چند سال کاوری میں بھی عرس کے موقع پر (دبج الثانی) تشریف لیجاتے تھے  
 اجمیر شریف اور بانسہ شریف میں بمواقع ہمارے شریفہ حاضری کے استعداد شدت سے پابند رہتے تھے کہ قابل  
 ہوشمندی کے بعد سے کسی وقت سولے حج کے سفر کے موقع پر ادھر بھی ان دنوں مقامات کی  
 حاضری ترک نہیں ہوئی۔ بانسہ شریف عرس کے علاوہ بھی اکثر تشریف لیجاتے۔ اور وفات سے  
 ایک سال پیشتر تو دو ماہ کے قریب وہاں حاضری دی اور حضرت سید السادات رحمۃ اللہ علیہ کا  
 ملفوظ وہیں تیار کیا تھا۔ جو اس کے اعزاء کی تغاریب کے بہت سے مواقع پر وہاں کسبندی۔  
 کاوری بڑے گاؤں سترکہ پیار شریف لیجا یا کرتے۔ سترکہ میں سال میں دو تین مرتبہ اور  
 کبھی اس سے بھی زائد جناب بھائی صاحب قسب بلہ قاضی وحید الدین محمد صاحب کے یہاں (جذبات)  
 مولانا رحمۃ اللہ علیہ حقیقی بھائی سے کم خیال نہیں فرماتے تھے) تشریف لیجا یا کرتے۔ کبیر تہ  
 فتحپور اور سماں کا بھی سفر فرمایا تھا۔ ایام تحریک خلافت میں ایک سیٹھ کے یہاں شادی کی  
 شرکت کی غرض سے دسوا دا کاٹھیا دار کی انتہائی حد پر تشریف لیگے تھے۔

## واقعہ وفات

مولانا کا مزاج دمیوی تھا اسکی وجہ سے مولانا میں عوارت بہت بڑھی ہوئی تھی۔  
 ایک موقع پر کسی نہ کسی طرح مولانا کو دھوکے سے نہر کھلا دیا گیا جسکا قیڑا اتر گیا اور وہاں  
 اسکے ذمہ کیلیے پوری طرح علاج کیا گیا۔ اور کوششائے عاجل ہو گئی۔ مگر بنیاد پر اس میں کوئی  
 زائل نہیں ہوئی جسکا اثر یہ تھا کہ مولانا ذرا بھی گرمی کے تحمل نہ کر سکتے اور پار پانچ قدم  
 بھی دھوپ میں چلنا سخت تکلف ہو جاتا۔ اور جو مرض بھی ہو تا وہ سخت جارہوتا۔ اور اگر  
 کھانے میں ذرا بھی مریج یا تیل کا استعمال ہو جاتا تو فوراً بیمار آجاتا اسکی وجہ سے مولانا  
 نے گرم چیزوں کا استعمال بالکل ترک فرما دیا تھا اور شدید جارہتا نہیں بھی سرد ترین اشیاء کا  
 بے تکلف استعمال فرماتے۔ جا رکھی کبھی جائے میں نوش فرماتے مگر وہ بھی اس طرح کہ  
 اُسین آدمی سے ذرا بالائی یا دودھ شامل کر لیتے اور اوپر سے بھی بالائی نوش فرماتے  
 آخر ہادی الثانیہ مسئلہ میں مولانا کو پیشاب کی خلافت معمول دن میں کئی مرتبہ  
 حاجت پیش آنے لگی۔ جسکو مولانا نے باوجود کثیر عرض کی کہ یہ نہایت ہی دیر کو حاجت کی بنیاد کے



باعث گرد و گلی خرابی سے خیال فرمایا اور ٹھنڈی دوائیں استعمال فرمائیں جس سے وہ شکایت غالباً کم  
 ہو گئی۔ جمادی الثانیہ کی آخری تاریخِ نونین (وقتِ معمول کے قبل) امیر شریف جلنے کا ارادہ فرمایا مگر  
 اُس کے بعد مولانا عینِ القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ کے فاتحہ میں شرکت کے خیال سے اپنا ارادہ ۳ رجب  
 کو جانے کا کیا اور جناب قطب میا صاحب کو ۲۸ تاریخِ جمیر شریف روانہ کر دیا۔ جمادی الاخریٰ کی  
 آخری تاریخ جمعہ کے دن فجر کے وقت غسل فرمایا اور تنزیب کا انگڑا کھا اور نیچے صدری پہن کر موٹر  
 پر سوار ہو کر شدید سردی میں (جنوری کے مہینہ میں) پیار چودھری رشید الدین صاحب کی  
 لڑکی کے مکان میں شرکت کی غرض سے تشریف لیگئے وہاں پہونچے تو چہرہ تمٹایا ہوا تھا کسی نے  
 مزاج پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ موسم کی سردی اور گرمی مزاج دونوں کی اذیت ہے۔ وہاں سے  
 اُسی دن واپس آ گئے۔ یکم رجب مسئلہ کو ہفتہ کے دن میرے بیان کچھڑی کی دعوت میں  
 شرکت فرمائی جو مولوی مصنف اللہ سلمہ نے کی تھی انہیں بھی وہی کا زائد استعمال فرمایا۔  
 ۱۲ رجب کو صبح کے وقت اپنے استاد مولانا عینِ القضاۃ رحمۃ اللہ علیہ کے فاتحہ میں شرکت کی  
 غرض سے تشریف لیگئے۔ وہاں سے واپس آئے تو خدامِ اکو میں کے انتظامی جلسے میں شرکت کی  
 غرض سے دفتر کے مکان میں تشریف لیگئے اور وہاں تقریباً ۱۱ بجے تک جلسے میں شریک  
 رہے۔ اُس کے بعد مولانا حسرت موہانی کے ساتھ (جو خدامِ اکو میں کے جلسے میں شرکت کی غرض سے  
 کانپور سے آئے تھے) کھانا نوش فرمایا۔ اور نماز ظہر پڑھ کر مجلس (مولانا حیدر کی مجلسِ واقع  
 عقب محلہ فرنگی محل جانبِ غرب) میں جہاں مولانا اس زمانہ میں شب کو آرام فرماتے تھے  
 تشریف لیگئے۔ اور صدرِ الان کی چھت پر بیٹھ کر غالباً ملفوظ حضرت سیدہ اداات کا کچھ حصہ  
 تحریر فرماتے رہے۔ ساڑھے تین بجے کے قریب نماز عصر کے تہیہ سے نیچے تشریف لائے اور ملازم  
 سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مرد درگھے ہیں گھر میں آؤ کہ کچا لو بنائیے جائیں۔ یہ فرما کر خود  
 پانچواں تشریف لیگئے وہاں سے ٹھکر دھوکیلیے آستینیں چڑھ جائیں کہ دنتہ پانچواں نہیں کچھ تکلیف  
 محسوس کی اور شمالی کمرہ میں جو نیچے کے درخت کے متصل واقع ہے تشریف لیگئے اور مقوڑی دیر  
 ٹھٹھتے رہے اُس کے بعد بیٹھ کر پانچواں کو دباتے رہے اُس کے بعد بیہوش ہو گئے جو ملا دم وہاں موجود  
 تھا یعنی نیاقت نامی وہ گھبر کر مولانا کو تنہا چھوڑ کر ہلو گون کو اطلاع دینے آیا اتنے میں مولانا کا

دادا کے وقت کے دوسرے ملازم میان ظہیر الدین کچا نوٹیکر ہو چکے اور مولانا کو ہوش میں لانیکی  
 کوشش کی جو بے سود ہوئی۔ اتفاقاً امر یہ تھا کہ مولوی الطاف الرحمن صاحب مولانا کی  
 خدمت میں سفر حضر خلوت و جلوت میں موجود رہتے تھے وہ حضرت گنج ایک ضرورت سے گئے  
 ہوئے تھے اور میں بھی ایک ضرورت سے سید احمد حسین صاحب کے یہاں گیا ہوا تھا اور میرے  
 منہجے بھائی صاحب بھی پانچاٹھ میں تھے۔ سب کے پہلے مولوی شفیع سلمہ پونچے اور وہ مولانا کی  
 حالت دیکھ کر سخت مضطرب اور بدحواس ہو گئے اور فوراً حکیم مولوی و ہاج الحق صاحب کو بلانے گئے  
 چند ہی منٹ کے بعد ہم سب لوگ ہو چکے۔ اولاً خیال ہوا کہ شاید قلب کی حرکت رک کی جاتی ہو  
 اور قلبی تکلیف کی وجہ سے یہ بیہوشی ہے مگر فوراً ڈاکٹر عبدالحمید صاحب آگئے اور انہوں نے  
 بتایا کہ مولانا کو فالج اور وہ بھی سخت قسم کا ہے اب حکیم خواجہ کمال الدین صاحب در حکیم  
 عبدالحمید صاحب دیا بادی ہو چکے تھے انہوں نے علاج شروع کیا۔ بعد مغرب حکیم  
 عبدالحمید صاحب نے بھی دیکھا۔ عشاء کے بعد مرض کے اشتداد کو دیکھتے ہوئے ڈاکٹر علی علاج  
 کا خیال ہوا۔ اور ڈاکٹر عبدالحمید صاحب در ڈاکٹر حافظ حفیظ اللہ صاحب اپنی پوری کوششیں  
 اور قویہ علاج میں صرفہ کر دیں۔ مولانا کی علالت کی خبر بجلی کی طرح تمام شہر میں پھیل گئی اور  
 اُس وقت سے عیادت کمزور لوگوں کا مجمع شروع ہو گیا۔ عیادت کرنے والوں میں علما و عوام امر ا  
 غربا میں سے ہر طبقہ کے لوگ شامل تھے۔ نواب صاحب چناری اور راہبہ صاحبہ جٹگیر آباد  
 اور دیگر رؤسا و کھائے شہر اور تمام علمائے فریقین المذہب العلماء اور دوسرے فرقا نسکے مدرسین  
 و طلبہ غرض کہ ہر گروہ کے جو جو لوگ عیادت کے واسطے آتے تھے اور ہر کس و نا کس دست  
 بر عاتق تھا کہ خدا مولانا کو شفا عا بل عطا کرے۔ مسلمانوں کے گھر دنین دورات اور دن عاتین  
 ہوئیں۔ ختم بخاری شریف صحت کے واسطے کیا گیا۔ معاینے نے اپنی انتہائی قابلیتیں صرف  
 کر دیں۔ دونوں معالج ڈاکٹر صاحبان کھنڈ کے مشہور قابل سول سرجن کمزیر ہنڈ کو مشورہ  
 کیا واسطے بلالائے۔ اول دن تو موصوفے کچھ اطمینان دلایا دوسرے دن انہوں نے  
 بالکل مایوسی کا اظہار کر دیا۔ قلب میا نصاحب کو مولانا کی علالت کا تا فوراً ہی دیا گیا تھا  
 اور وہ اجیر شریف سے روانہ ہو چکے تھے۔ ۲۲ رجب کو ۲۔ بجے کے قریب پلنگ پر مولانا کو اُنکے

عبد المجید کے مکان میں جہان مولانا دن کو قیام پذیر رہتے تھے اٹھالائے۔ حالت لمحہ لمحہ خراب ہوتی  
 جاتی تھی اور لوگوں کا اضطراب مولانا کی حالت کو دیکھ کر حد اعتدال سے متجاوز ہوتا جاتا تھا  
 مغرب کے بعد سے نزع کی حالت شروع ہو گئی مگر بغیر احساس درست معلوم ہوتا تھا کیونکہ  
 اگر اتفاقاً ایسے وقت میں کوئی ایسا شخص پاس ہوتا جسکی ہدایت شروع ہوتی تو فوراً ادھر  
 سے ٹھہر پھیر لیتے۔ مولوی شفیع سلمہ کی ہدایت چونکہ قطب میا صاحب کے بہت مشابہ ہے  
 اُنکے سامنے آنے پر غور سے ملاحظہ فرماتے۔ اگر ستر عورت کھلنے لگتا تو ابتدا سے مرض  
 سے لیکر اس وقت تک برابر بائیں ہاتھ سے کمان کھینچ کر ڈھانپ لیتے۔ بظاہر تمام آثار قرب  
 وصال کے معلوم ہوتے تھے مگر غالباً قطب میا صاحب کا انتظار تھا۔ حضرت کی ہمیشہ سے  
 صاحبزادہ والا تبار حضرت میان شاہ سید ممتاز احمد صاحب کے کھلا بھیجا کہ آپ اس وقت  
 بخونکو مولانا سے بیعت کر ادیکھیے۔ ہمیشہ صاحب کے ہر ارپہ حضرت میا صاحب موصوفے  
 جمال میان (حضرت مولانا کے صاحبزادے) اور محمد میان اور نور میان (حضرت کے نواسے  
 اور قطب میا صاحب کے صاحبزادے) محمد رضا (ابن مولوی شاد سندسہما) محمد ماسٹم (ابن  
 مولوی صبغت اللہ سندسہما) محمد حیات (ابن مولوی محمد بقا صاحب) اور میرے بڑے لڑکے  
 محمد حامد سلمہ کو مولانا سے دست بیع کر دیا۔ دعائیں اور کلمات مقررہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ  
 علیہ کی طرف سے حضرت میا صاحب بلہ ادا فرماتے تھے۔ آخر میں میں نے بھی اس طرح تجدد  
 بہت کی۔ ۹۔ پنجکے قریب جناب قطب میا صاحب جمیر شریف کے واپس پہنچے اور حضرت  
 میا صاحب ممدوح نے مولانا سے بکار کر فرمایا کہ قطب میا صاحب آگئے ہیں۔ فوراً آنکھ  
 کھولی اور قطب میا صاحب کو سینے سے چٹا کر تین چار مرتبہ پشت پر تھپ تھپی دی اُسکے بعد  
 مالِ خضر اپنی انتہائی حد کو پہنچ گیا اور کرب و تکلیف سے مولانا بار بار کر وٹیں بدلتے لگے۔ یہ عجب  
 امر تھا کہ باوجودیکہ فالج کا حملہ سخت تر تھا مگر ہاتھ پاؤں پر اسکا اثر بہت کم اور دماغ پر بہت زیادہ  
 تھا۔ مولانا کے باتباع سنت نبوی زیادتی کو بے تکلیف کو دیکھ کر تمام حضار مجلس انتہائی کرب و  
 تکلیف میں مبتلا تھے۔ تمام گھر آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ آخر حالت میں حضرت کی ہمیشہ اور صاحبزادی  
 اور بیٹی اور دیگر اعزاء نے آخری دیدار کی خواہش کی نہایت مشکل سے پردہ کرا گیا اور سنبھلے

اگر مولانا کا آخری دیدار کیا اور مولانا کی ہمیشہ نے چند رخصتی کلمات کہے کہ جبکہ سننے کے بعد حاضرین غم  
 کو یارے ضبط باقی نہیں رہا۔ سب عورتیں واپس گئیں اور پھر لوگ جمع ہو گئے۔ سورہ یسین برابر  
 شفیق سلمہ پڑھ رہے تھے۔ دوسرے حضرات اسم ذات پاک کی تلقین کر رہے تھے کہ گیارہ بجکر  
 دس منٹ کے وقت جسدِ عنصری سے روح مبارک جدا ہو کر اعلیٰ علیین کو پہنچی انا اللہ و  
 انا الیہ راجعون ذالک تقدیر العزیز العظیم۔ انتقال شنبہ ۴ رجب ۱۳۸۵ مطابق ۱۹ جنوری  
 ۱۹۶۶ء گذر کر شب کو اربعہ منٹ پر ہوا۔ لوگو! کو ناکید کجا رہی تھی کہ زدر سے نہ روئیں  
 مگر باوجود سسکیوں کے تمام گھرین کھرام بجا ہوا تھا۔ اُسی وقت تمام شہر میں اس طرح اطلاع ہوئی کہ مولانا  
 تاریکی میں ایک درندہ مسلمان شہر کی گلیوں میں بکارتا پھرتا تھا کہ لوگو! آج ہندوستان کا چہرہ  
 گل ہو گیا مولانا عبدالباری کا انتقال ہو گیا۔ لوگ گھردن سے کوٹے کھول کھول کر دریافت  
 واقعہ کرتے تھے اور جو سنتا تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا اُسی کے بیان غنی ہوئی ہے حضرت  
 مخدوم شاہ مینا صاحب قدس سرہ العزیز کی درگاہ شریف میں اُسدن بسنت تھا جیسے  
 ہی وہاں اطلاع ہوئی قوالی اور دیگر مراسم موقوف کر دیے گئے۔ مولانا نے اپنی قبر کے واسطے  
 اپنے بڑے بھائی کی قبر کے پاس جگہ پسند فرمائی تھی وہیں رات بھر میں قبر تیار ہوئی۔ بعد  
 فجر سے اُسی مقام پر اور انھیں تختہ پرنچر حضرت کے جد امجد اور والدہ ماجدہ اور برادرِ معظم کو غسل دیا  
 گیا تھا۔ سابق دستور کے مطابق سات مشکیزوں سے غسل دیا گیا۔ جناب قطب میاں صاحب  
 اور مولانا عبد الہادی صاحب مولانا سلامت اللہ صاحب مولوی عبدالقادر مولوی صہب اللہ  
 متکفل غسل تھے۔ غسل کے بعد کفن اُس پارچہ کا دیا گیا جو مولانا ہمیشہ اپنے ساتھ امید شہادت  
 پر کفن کے واسطے رکھتے تھے یہ پارچہ آب زمزم سے تر کیا ہوا مولانا کے احرام کا تھا  
 بعد تکفین وہ عامہ جو صاحبزادگان اجمیر شریف نے حضرت خواجہ خواجگان سلطان الہند خاں  
 غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ وعلیہ جہدہ وعلیہ الختمہ والسلام کے مزار پاک کھڑکھڑ حضرت مولانا کے  
 سر ہانے رکھنے کیواسطے قطب میاں صاحب کو اجمیر شریف سے چلتے وقت دیا تھا مولانا کے  
 سر اقدس پر آپ کے جد امجد اور فرزندِ متاخرین حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع میں  
 باندھ دیا گیا۔ بخدا اے لایزال ہتے ہوئے بعد اس قدر حسن و جمال نور کسی کے چہرہ پر

برستے ہوئے منین دیکھا جو مولانا کے چہرہ اقدس سے ظاہر ہو رہا تھا یہ معلوم ہوتا تھا کہ مولانا عمار  
 باندھے ہوئے خواب است میں مصروف ہیں۔ عمامہ کی پھین بعدینہ حالت حیات ہی کی ایسی  
 تھی۔ جب چہرہ اقدس بند کیا جانے لگا تو منین نے اور قطب میا نصاحب نے باتباع سنت  
 نبوی دست صدیقی چہرہ اقدس پر بوسہ دیا اسکے بعد نش مبارک مکان کے مغربی چھوٹے  
 دروازہ سے دست بردست باہر لاکر اُس چارپائی پر رکھ دی گئی جسپر حضرت کے جد امجد اجداد  
 ماجد کی نقش قبرستان تک گئی تھی اور چونکہ اُسکے باندھ جا بجا سے ٹوٹ گئے تھے اسلیے مولانا  
 نے اُسکو باندھ سمیت نواڑ سے بنوا دیا تھا۔ ہاتھ چند منٹ کے بعد جنازہ اٹھا کر کنوین کے  
 سامنے مولانا انوار الحق قدس سرہ کے کمرہ (بڑا کمرہ) کے جنوب جانب رکھ دیا گیا کیونکہ  
 قطب میا نصاحب غسل کرنے چلے گئے تھے اسوقت تمام فرنگی محل دربارچہ والی گلی آدمیوں  
 سے بڑی بڑی تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد جب قطب میا نصاحب آ گئے اور جنازہ اٹھا کر  
 لیجائے گئے تو ایک شخص نے بتایا کہ کنوین پر چڑھ کر پڑھنا شروع کیا۔

سارے تماشا گاہ عالم رفتے تو کجا بہر تماشا میر دی

اسوقت تمام مجمع میں ایسا سخت محرم اور تلام پیدا ہو گیا کہ وہ تحریر میں نہیں آ سکتا۔ جنازہ  
 بل فرنگی محل تک بڑی دقتوں سے پہونچا اور اب مجمع برابر پڑھتا جاتا تھا جس میں شیخ سنی ہنڈ  
 امر احکام اعیان شہر اور عوام سب ہی شامل تھے باوجود دین تین اور چار چار حلقوں کے  
 لوگ امانہ جنازہ پر ٹوٹے پڑتے تھے۔ عود تین کو ٹھونیر کھڑی ہوئی اندازہ قطار و دو ہی  
 تھیں۔ علمائے فریقین مشایعت جنازہ کر رہے تھے اس حالت سے جنازہ مزار حضرت مخدوم  
 شاہ مینا قدس سرہ اعزیز تک پہونچا اور پہلے مزار شریف کے روبرو اور اُسکے بعد کثرت  
 مجمع کیوجہ سے ٹڈیل کالج کی دیوار سے متصل جنازہ رکھا گیا اور جناب قطب میا نصاحب کی  
 امامت میں تقریباً بیس ہزار آدمیوں نے نماز جنازہ ادا کی اسکے بعد جنازہ ہمارے خانہ دانی  
 قبرستان بلغ مولانا انوار الحق قدس سرہ کی طرف روانہ ہوا۔ اور اب لوگ ہر طرف سے آ کر شریک  
 جنازہ ہونے لگے۔ مزار شریف حضرت مخدوم قدس سرہ سے باغ تک انسانوں کا سندر سو چین  
 مارتا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ جنازہ ہجوم میں دکھائی نہیں پڑتا تھا لوگوں نے ادھر کی چادر تبرک کے

خیال سے پارہ پارہ کر کے دودھ اچھل کی چٹ تقسیم کرنی۔ بہت لوگ درختوں پر چڑھے ہو جنازہ کی زیارت کرتے تھے۔ اس ہجوم میں سیکڑوں آدمیوں کی جوتیاں اور پھیپان اور پھیپان چھوٹ گئیں جو بعد کو کسی شخص نے جمع کر کے باغ کے سامنے والی سڑک پر جمع کر دیں اور لوگ اپنی اپنی شاہجہانگر لینگے۔ ندال ہے بعد جنازہ بلوغ کے سامنے پہنچا اور مشرقی دروازہ کے متصل سڑک پر رکھا گیا۔ وہاں دوبارہ حکیم حافظ حاجی مولوی الحاج الحق صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اس نماز میں ہی دس ہزار کے قریب آدمی شریک تھے۔ نماز ظہر کے بعد جنازہ کو باغ کے اندر لانگی تجزیہ ہوئی ہجوم کے باعث جنازہ کا اندر آنا سخت مشکل تھا۔ بڑی شکل سے دیوار احاطہ کے اوپر سے جنازہ ما تھونبرے سیال کیا اور جناب قطب صاحب اور مولانا سلامت اللہ صاحب اور مولوی عبدالقادر اور مولوی صبغت اللہ سلیمان اور مولانا عبدالحامد صاحب نے نقش مبارک کو سپرد خاک کیا۔ وہ پلاننگ حسیب جنازہ لایا گیا تھا بالکل ٹوٹ گیا تھا اور لوگوں نے جا تو دوسے کات کات کر اسکی نوادہ تقسیم کر لی تھی۔ پائے کی کچھ لکڑی بھی بڑھ گئی تھی وہ بھی لوگ لینگے پٹیان اور سرے اور ڈٹے ہوئے پائے بکھر گئے تھے جو پھر خوب محفوظ رکھا گیا ہو۔ قریب آسمان کے بعد دوپہر کے ۵ بجے تک ۱۷ رمضان ۲۰ جونہی مسئلہ روضہ چار نشینہ کو دفن واقع ہوا مٹی دینے کیلئے لوگ شب تا صبح رہے۔ ہم سب سن کتاب علم و عمل سن آسمان عزت و اقبال کو خاک میں چھپا کر ۳ بجے کے بعد گھر واپس آئے۔ اس دن کھنڈ کے نام داروں اسلامیت شیعہ کالج زدہ مدرسہ فرقانیہ وغیرہ میں (مولے مولوی عبدالحمید صاحب کے مدرسے) تعطیل دیدی گئی تھی مینوسپل سکول بند تھے۔ سکاری عدالتوں میں مسلمانوں کو شرکت جنازہ کی اجازت دیدی گئی تھی۔ ریلوے درکشاک کے مسلمان کارکنوں کو بھی اجازت دیدی گئی تھی۔ ترکانی منڈی بند کر دی گئی تھی۔ دفن کے بعد ہی سے مختلف گمروں نے قرآن خوانی کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ دوسرے اور تیسرے دن مدرسہ عالیہ نظامیین قرآن خوانی ہوئی شہر میں بروز سوم سات آٹھ جبکہ قرآن خوانی کی گئی۔ اشدین سے اور تقریباً دس بارہ دن تک مختلف اضلاع ہند سے برابر پیاماء تعزیت اور اطلاعات قرآن خوانی آتے رہے۔ تمام اخبارات نے خاص تعزیتی مضامین اپنے اپنے اخبارات میں شائع کیے۔ ہرم اور حقیقت و مقامی اخبارات نے جنھوں نے تین نیم تک اپنی طرف سے اور تقریباً ایک لاکھ تاریخ و اطلاعات (رج کیے) انکے علاوہ وکیل سیاست۔ بیچ۔ جلد۔ خلافت پسند اخبار ذوالقرنین، سفین الاسلام، عبادت۔ اکبریہ۔ ریاست۔

جسے کہ نیند اخبار رکھنے شروع فرمیں گے۔ تمام اسلامی بھتیجنوں (مسلم لیگ شیعہ کانفرنس خلافت کمیٹی  
 جمعیتہ اعلیٰ تنظیم کانفرنس انجمن تبلیغ مدارس کی اسلامی انجمنیں) سب نے تعزیتی رز دیویشن پاس کیے  
 اور بالاتفاق تمام اخبار دن اور بھتیجنوں نے مولانا کی وفات کو ایک قومی اور مذہبی مصیبت قرار  
 دیا۔ گاندھی جی اور تمام لیڈروں نے تعزیتی تار اخبار ہمدردی کیلئے روانہ کیے افریقہ اور فرانس سے  
 مسلمانوں نے تار بھیجے۔ امام جماعت احمدیہ نے بھی خاصکر تار ہمدردی کا بھیجا۔ علماء دیوبند علماء  
 بریلی علماء برابون علماء اہل تشیع نے بڑی تار مطلع کیا کہ مولانا کی وفات کی اطلاع پر  
 اُنکے مدرسوں میں تسخیل و یدرگبی اور ختم قرآن شریف کیا گیا۔ علامہ حضرت فرمانروا رسلہ رامپور اور  
 مایجناب نواب سالار جنگ بہادر نے بھی تعزیتی تار ارسال کیے اور شعبان کے اوسط عشرہ  
 میں علامہ حضرت فرمانروا رسلہ رامپور خود بنفس نفیس تعزیت کے واسطے بھی تشریف لائے۔ رسم سووم  
 چونکہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نئی حیات میں موقوف کر چکے تھے اسلئے وہ باقاعدہ راندین کیلگی۔ مدرسہ  
 عالیہ نظامیہ کی جانب سے قرآن خوانی ہوئی اور وہ شیعہ کے بعد مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مردانہ مکان میں  
 قل ہوا تمام مکان حاضرین سے پُر تھا اور بھائی ملک تلک لگ ٹھسے ہوئے کھڑے تھے۔ جناب مے لانا  
 ناصر حسین صاحب بلہ اندر جناب ابن حسن صاحب بلہ محمد دین لکھنؤ بھی قل کے وقت تشریف رکھتے  
 تھے۔ بھائی محمد علی صاحب (جو دہلی سے وفات کی اطلاع پاتے ہی دوسرے ہی دن لکھنؤ لگے  
 تھے) تشریف لے گئے۔ بعد قل حسب متور خاندانی متوسلین مریدین خاندانی نے جناب قطب یا صاحب  
 قبلہ کو نذرین گذارین جنکو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات میں اپنا جانشین نامزد فرما دیا تھا  
 سب سے پہلے مولانا سلامت اللہ صاحب نے اور اُنکے بعد مولانا محمد علی صاحب نے اپنی اور اپنے غیر حاضر  
 بھائی مولانا شوکت علی کی جانب سے اور بعد کو تمام متوسلین نے نذرین دین اسکے بعد نواب بٹھن صاحب  
 قرہ داد نے تعزیتی قصید پڑھا۔ جسے حاضرین کے دل کو تڑپا دیا اور لوگ زار و قطار رونے لگے۔  
 مولانا سلامت اللہ صاحب نے حضرت مولانا کے وصیت نامہ کی پہلی دفعہ ہمیں مولانا نے تمام  
 لوگوں سے اپنی غلطیوں کی معافی کی استدعا فرمائی تھی پڑھی۔ اسکے بعد مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا۔ پھر  
 کیفیت اُن مراسم اور واقعات کی ہے جو مولانا کی وفات سے متعلق ہیں۔ صرف ایک مر لکھنے کے قابل  
 باقی رکھیا ہے وہ یہ کہ مولانا کی مختصر علالت میں گو سب ہی خدمت کر رہے تھے مگر زیادہ تر مولانا

عبد اقدار اور مولوی صبغت اللہ سلمہ اور مولوی عبد الہادی صاحب مولوی سلامت اللہ صاحب اور  
شیخ احسان الرحمن صاحب و شیخ الطاف الرحمن صاحب حاضر خدمت تھے۔ اور ان سب سے زائد  
جس اخلاص و محبت سے صاحبزادہ عالی نسب حضرت مخدوم و محترم میان ممتاز احمد صاحب  
بانسوی نے تیمارداری فرمائی ہے سچ یہ ہو کہ اس مخدوم ذات کا شکر یہ ہم متوسلین سے اداری نہیں  
ہو سکتا۔ حضرت میان صاحب بلہ ہی صاحب کے متعلق تمام امور کے واعد تکفل تھے اور مولانا بھی باوجود  
ظاہری غفلت کے سو حضرت میان صاحب صوبہ کے کسی دوسرے کے ہاتھ سے دوا یا کوئی چیز فروش  
نہیں فرماتے تھے۔

مولانا کا پہلا عقد ششمین منشی بہاؤ الدین حیدر صاحب بن منشی عزیز الدین حیدر صاحب  
کا کوہ دی کی صاحبزادی سے ہوا۔ ان بیوی صاحبہ کی والدہ اور مولانا کی والدہ چچا زاد بہنیں تھیں بیوی  
صاحبہ کے نانا مولوی احمد حسین بن ملک العلما لا حیدر تھے یہ بیوی صاحبہ مولانا کو نہایت محبوب تھیں۔  
ان بیوی صاحبہ سے ایک صاحبزادہ حافظ الدین عبد الہادی ششمین پیدا ہوئے انکی ولادت کے  
سلسلہ میں بیوی صاحبہ طویل ہوئیں اور اسی سال انتقال کر گئیں۔ چند یوم کے بعد ششمین ان  
صاحبزادہ کا بھی انتقال ہو گیا غالباً ششمین میں مولانا کا دوسرا عقد حملہ دو گانا ان کے شیوخ بخونہ  
میں شیخ سید محفوظ علی نقوی کی صاحبزادی سے ہوا جسے ۱۸۰۱ء اولادین ہوئیں جنہیں سے اکثر  
مردہ اور بعض زندہ پیدا ہوئیں جو بعد کو انتقال کر گئیں صرف دو صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ  
جمال الدین محمد عبد الوہاب (جو مولانا کی آخر عمر میں اربعہ الاولاد ششمہ کو پیدا ہوئے ہیں)  
زندہ بچے۔ بڑی صاحبزادی جو حسن سیرت و صورت میں اپنے والد ماجد کی نظیر تھیں۔ مولانا کے  
بہتے اور جانشین جناب قطب میان صاحب کو منسوب ہوئیں جسے دو صاحبزادے محمد سعید عبد الرزاق  
معروف بہ محمد میان اور محمد نور عبد العلی معروف بہ نور میان پیدا ہوئے۔ ان صاحبزادی کا  
عین شباب میں ذی الحجہ ۱۲۳۵ء کو انتقال ہو گیا۔ جبکہ انتقال کے بعد مولانا نے خود بیدہ صاحبہ  
جناب قطب میان صاحب کا عقد ثانی میری بیٹی دختر مولوی سلامت اللہ صاحب کے ساتھ کر دیا  
جسے ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادے جو اسی سال ۱۲۴۵ء محرم ششمہ کو پیدا ہوئے ہیں جو  
اب تک موجود ہیں۔ مولانا کی دوسری صاحبزادی کا عقد مولانا کی وفات کے ایک سال بعد

مولانا کا پہلا عقد ششمین منشی بہاؤ الدین حیدر صاحب بن منشی عزیز الدین حیدر صاحب کا کوہ دی کی صاحبزادی سے ہوا۔ ان بیوی صاحبہ کی والدہ اور مولانا کی والدہ چچا زاد بہنیں تھیں بیوی صاحبہ کے نانا مولوی احمد حسین بن ملک العلما لا حیدر تھے یہ بیوی صاحبہ مولانا کو نہایت محبوب تھیں۔ ان بیوی صاحبہ سے ایک صاحبزادہ حافظ الدین عبد الہادی ششمین پیدا ہوئے انکی ولادت کے سلسلہ میں بیوی صاحبہ طویل ہوئیں اور اسی سال انتقال کر گئیں۔ چند یوم کے بعد ششمین ان صاحبزادہ کا بھی انتقال ہو گیا غالباً ششمین میں مولانا کا دوسرا عقد حملہ دو گانا ان کے شیوخ بخونہ میں شیخ سید محفوظ علی نقوی کی صاحبزادی سے ہوا جسے ۱۸۰۱ء اولادین ہوئیں جنہیں سے اکثر مردہ اور بعض زندہ پیدا ہوئیں جو بعد کو انتقال کر گئیں صرف دو صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ جمال الدین محمد عبد الوہاب (جو مولانا کی آخر عمر میں اربعہ الاولاد ششمہ کو پیدا ہوئے ہیں) زندہ بچے۔ بڑی صاحبزادی جو حسن سیرت و صورت میں اپنے والد ماجد کی نظیر تھیں۔ مولانا کے بہتے اور جانشین جناب قطب میان صاحب کو منسوب ہوئیں جسے دو صاحبزادے محمد سعید عبد الرزاق معروف بہ محمد میان اور محمد نور عبد العلی معروف بہ نور میان پیدا ہوئے۔ ان صاحبزادی کا عین شباب میں ذی الحجہ ۱۲۳۵ء کو انتقال ہو گیا۔ جبکہ انتقال کے بعد مولانا نے خود بیدہ صاحبہ جناب قطب میان صاحب کا عقد ثانی میری بیٹی دختر مولوی سلامت اللہ صاحب کے ساتھ کر دیا جسے ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادے جو اسی سال ۱۲۴۵ء محرم ششمہ کو پیدا ہوئے ہیں جو اب تک موجود ہیں۔ مولانا کی دوسری صاحبزادی کا عقد مولانا کی وفات کے ایک سال بعد



۱۷ جمادی الثانیہ ۱۳۲۵ھ مطابق ۲۳ دسمبر ۱۹۰۶ء کو مولوی حکیم معراج الحق صاحب بن جناب حکیم مولوی حافظ دہلج الحق کے ساتھ ہوا۔ ابھی تک کوئی اولاد نہیں ہوئی ہے۔ مولانا کے صاحبزادہ جمال میان کملانے ہیں اور مولانا کی ذکوات اور ذہانت کا اثر اُنکے چہرہ پر نمایاں ہے۔ مدرسہ عالیہ نظامیہ میں قرآن شریف حفظ کر رہے ہیں نصف کے قریب حفظ کر چکے ہیں۔ مولانا کے نو اسے محمد میان اور نور میان دونوں قرآن شریف حفظ کر چکے ہیں اور ابتدائی کتب عربیہ مدرسہ نظامیہ میں پڑھ رہے ہیں۔ خدا ان سب کے انکسار و علوم کا وارث بنائے۔

**بنائے مزار سنگ مرمر**  
**دوسری اور غیرہ**

مولانا کے دفن کے بعد ہی مزار شریف حسب راج پختہ بنایا گیا تھا و فوات شریف کے بعد ہی سنگ مرمر کا مزار اور اُسی کی سہری بنایا گیا خیال تھا۔ چنانچہ چھ ماہ کے بعد مزار شریف مع آپ کے برادر معظم کے مزار کے اور ایک چھوٹے مزار کے جو حضرت مولانا

عبدالوالی قدس سرہ کے صاحبزادہ کا ہے (یہ تینوں مزار) سنگ مرمر کے بنوائے گئے اور ان تینوں مزاروں پر ایک خوشنما مسقر بنوا دی گئی۔ ان دونوں کے مصارف صاحبزادگان الابرار حضرت میان ناظم علی صاحب انصاری دکیل حیدر آباد اور حضرت میان بجا حسین صاحب بانسوی تحصیلدار پرہی نے ادا فرمائے۔ مزار شریف پر زرین باد شیعہ احسان الرحمن صاحب بیرسٹر نے چڑھائی۔ اور اسپر بیتی جھاٹ شیخ سعید الرحمن صاحب نے چڑھایا۔ عرس کے مصارف عالیجناب انی قمر زانی حکیم صاحبہ انی ناچارہ اور مولوی طاف الرحمن اور شیخ احسان الرحمن قضا تیسرے پڑھائے دیئے گئے ہیں۔ مولانا کے والد ماجد کے عرس کی طرح مولانا کا عرس بھی یوم وصال سے ہٹا کر مولانا کے جد امجد اور والد ماجد کے عرس کیساتھ ملا دیا گیا یعنی ۲۲ صفر کو مقرر کیا گیا۔ چالیسویں کا فاتحہ ۲۳ شعبان کو حضرت مولانا عبدالوالی قدس سرہ کیساتھ کیا گیا۔ اب بروز وصال گھر پر فاتحہ ہوتا ہے جس میں تقسیم شیرینی مولوی صبغت اللہ صاحب سلمہ کی طرف سے اور تقسیم جادو طرز احسن صاحب کیل کی طرف سے اور تقسیم دالہ دہلی قاضی حیدر الدین صاحب ترکھی کی طرف سے ہوتی ہے۔

**مولانا کے مریدین**

مولانا کے مریدین کی بھی فہرست تلامذہ کی طرح نہیں ہے نہ اُنکا کوئی رجسٹر کبھی مولانا یا اُنکے خاندان میں رکھنے کا دستور رہا۔ اس لیے صمیم شمار بتانا ناممکن ہے۔

البتہ کم از کم جو تخمینہ کیا جاسکتا ہے اُسکی تعداد سیکڑوں تک پہنچتی ہے۔ جن میں مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی سے لیکر فاکسار تک داخل ہے۔ جن حضرات کو مولانا نے اجازت ارشاد بھی عطا کی تھی اُنکی تعداد بھی ایک دو جن سے زائد ہے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ مولانا کا حقیقی مجاز دہی ہے جو مولانا سے توسل کو

عبدالواحد صاحب کا بیچ الاول شریف اور حسین جواد ضیاء فاضل کینڈل کی عطیہ شدہ ہے اور حقائق جو

اپنے لیے باعث صداقت نثار سمجھتا ہوا اور جس نے اس کے طریقہ پر چلنا اور اس کی اتباع کرنا اپنے لیے دلیل و بھجوا ہوا  
**وصال کی**  
 قطعاً تاریخ  
 مولانا کے وصال پر بلا مبالغہ سینکڑوں تاریخین کہی گئی ہیں اور نواب  
 برصن صاحب نے ہر دے فارسی اور اردو میں نہایت خوب و درودنا  
 قصیدہ کہا یہ قصائد مع مولانا نذر احمد غنجدی کی تاریخوں کے تواریخ  
 وصال کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ مولوی روح اللہ صاحب فریختگی محلی کو قطعاً تذکرہ  
 علمائے فرنگی محل میں درج ہیں دو قطعاً ذیل ہیں

(نتیجہ فکر جناب شیخ فضل الرحمن صاحب کیل بارہ نکلی)

و حیدر زمان عبد باری شدہ      ز دینائے فانی بخلد برین  
 سن رحلتش آمدہ جاہ ۱۰      در آغوش الطاف باری ہیں  
 (نتیجہ فکر محمد حسن انصاری فرنگی محل - لکھنؤ) ۶۱۹۲۶

درس و تدریس شریعت ختم شد      رفت چون سالار عالم در بہشت  
 شد روانہ عرض کردم با ادب      طوطی گلزار عالم در بہشت  
 ۱۳۴۴ھ ۱۳۴۴ھ

**مجلس اشاعت العلوم**  
 مولانا کی وفات کے بعد ہی مولانا کے خاص توسلین کا خیال تھا کہ  
 مولانا کی کوئی علمی یادگار قائم کرنا چاہیے۔ بعد مبادلہ خیالات کے  
 سب سے بہتر یہ صورت معلوم ہوئی کہ اولاً مدرسہ عالیہ نظامیہ کی بنیاد و نگرہ مستحکم کرنا چاہیے جو مولانا کی  
 سب سے بڑی علمی یادگار ہے اور اسکے ساتھ ہی مولانا کے مصنفات کو شائع کرنے کا انتظام کرنا چاہیے  
 اس بنا پر ملے ہوئی کہ ایک پریس تجارتی اصول پر قائم کیا جائے جس کے منافع کے ایک حصہ  
 مدرسہ عالیہ نظامیہ کی مدد کی جائے اور کچھ حصہ سے مولانا کے مولفات اور سوانح عمری نیز دیگر  
 علمائے فرنگی محل کی مفید تالیفات طبع کرانی جائیں۔ اسکے واسطے سرمایہ فراہم کیا گیا اور  
 حسب ذیل حضرات نے رقم ذیل مرحمت کیں۔

۵۰۰۰ پانچ سو روپیہ  
 ۵۰۰ پانچ سو روپیہ  
 اعلیٰ حضرت فرمانروا کے راجپور بالقابہ  
 عالیجناب نواب سالار جنگ بہادر بالقابہ

عالیجناب راجہ صاحب نانپارہ بالقابہ ۳۰۰۰ تین ہزار روپیہ  
 عالیجناب راجہ اعجاز رسول خان صاحب جہانگیر آباد ۲۰۰۰ دو ہزار روپیہ  
 عالیجناب شاہ میان سجاد حسین صاحب بلہ رزاقی ۵۰۰ پانچ سو روپیہ  
 جناب مہجے لوی سید حیات الحسن صاحب جناج اورنگ آباد ۲۰۰ دو سو روپیہ  
 جناب قاضی وحید الدین محمد صاحب بیس سترکہ ۱۰۰ سو روپیہ  
 جناب خان فخر شیخ بشیر الرحمن صاحب بیس بڑا گائون ۵۰ پچاس روپیہ  
 نواب نصیر جنگ مہجے لوی ظہور اللہ صاحب ساکن حیدر آباد ۱۰۰ سو روپیہ

اس یادگار کا انتظام ایک کمیٹی کے سپرد کیا گیا جس کے سکریٹری مولانا سلامت اللہ صاحب مقرر  
 ہوئے تقریباً دو سال تک موصوف نے کام کیا۔ انکی ملازمت کے بعد سے مولوی الطاف الرحمن  
 اس کے انتظامات اور خدمات سکریٹری انجام دے رہے ہیں۔ یہ مولانا کے حالات میں چند مختصر جملے  
 ہیں مکمل سوانح عمری تیار ہو رہی ہے۔ جو انشاء اللہ جلد شائع ہوگی و ان خود عنوان ان  
 الحمد للہ دب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین والہ صحبہ اجمعین  
 یہ رسالہ چار شستونین تقریباً آٹھ گھنٹوں میں تحریر ہوا ہے۔ ختم اس

رسالہ کا ۱۵ ارمحرم ۱۳۴۹ھ مطابق ۲۴ جون ۱۹۲۹ء

روز دو شنبہ کو ہوا۔ اور ابتدا

۱۲ ارمحرم کو ہوئی تھی۔

فقط

فَقِيرٌ قَحْرٌ عِنَايَتِ اللَّهِ غَفَرَهُ اللَّهُ

